رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

تذکرے اصحاب رسول ﷺ کے رضی اللہ عنہم

اور

فقہاء مدینہ رحمۃ اللہ علیہم

تالیف محمد سعید کلیروی
ایم۔اے عربی، ایم۔اے اسلامیات
فاضل مدینہ یونیورسٹی (مبعوث وزارت مذہبی امور) سعودی عرب

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ

تذکرے اصحاب رسول ﷺ کے رضی اللہ عنہم

اور

فقہاء مدینہ رحمۃ اللہ علیہم

تالیف محمد سعید کلیروی

ایم۔اے عربی، ایم۔اے اسلامیات

فاضل مدینہ یونیورسٹی (مبعوث وزارت مذہبی امور) سعودی عرب

نام کتاب: تذکرے اصحابِ رسول ﷺ کے اور فقہاءِ مدینہ

تالیف: محمد سعید کلیروی

ناشر: دارالقدس پبلشرز

دارالقدس پبلشرز

فون

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت العلام، مفکر اسلام، پروفیسر قاری محمد سعید کلیروی صاحب حفظہ اللہ علمی اور تدریسی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔آں محترم جامعہ اسلامیہ مدینۃ النبی ﷺ سے ۱۹۸۰ء میں سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد سے مسلسل تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں اور کئی ایک چھوٹی اور متوسط کتب ان کے شاہکار قلم سے نکل کر داد تحسین وصول کر چکیں ہیں۔

چند ماہ بیشتر ''تذکرے میرے حضور ﷺ کے'' سیرت نبی ﷺ کے مقدس موضوع پر آسان ترین پیرائے میں منصۂ شہود پر آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں سے نکل گیا جس پر آں موصوف کو حوصلہ ہوا اور بہت تھوڑے عرصہ کی محنت سے ایک نئی کتاب نئے انداز میں ''تذکرے اصحاب رسول ﷺ کے اور فقہاء مدینہ'' ترتیب دے ڈالی اور بڑے خوب صورت اور سہل طریق کو اختیار کیا۔اصحاب رسول ﷺ امت کیلئے باعث امن وسلامتی ہیں۔① اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی فتح وکامیابی اور کامرانی کی ضمانت ہے۔② نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حالت ایمان میں دیکھ لینے سے جہنم کی آگ دیکھنے والے پر حرام ہوجاتی ہے۔③ یہی اور اس طرح کی دیگر احادیث مؤلف ممدوح کیلئے باعث تحریک ہو کر یہ عظیم الشان کتاب معرض وجود میں آگئی۔

اور مقصود اس سے مؤلف حفظہ اللہ کا یہ ہے کہ ان پاک باز اور صاف دل ہستیوں کی حیات طیبات کے مطالعہ سے حظ لیا جائے، برکت حاصل کی جائے اور ان کا طرز حیات اپنایا جائے اور ہدایت یافتہ جماعت اور زمرہ راشدین میں شامل ہوسکیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مؤلف محترم کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے بہرور فرمائیں اور مزید توفیق نشرِ علم اور تصنیفِ لطیف کتب سے شادکام فرمائیں۔اللھم آمین

حافظ عبدالسلام زاہد

1۔[مسلم (۲۵۳۱)] 2۔[بخاری (۳۶۴۹) ومسلم (۲۵۳۲)] 3۔[ترمذی (۳۸۵۸)]

مقدمہ از مؤلف

روز اول سے ہی انسانوں کی راہنمائی کے لیے، رابطہ ربانی، سلسلہ نبوت ورسالت قائم کر دیا گیا۔ جناب حضرت آدم علیہ السلام سے آغاز فرمایا اور خاتم النبیین رسول ﷺ کی ذات گرامی پر تکمیل فرمادی۔ اور تمام ادیان پر غلبہ اور برتری دین اسلام کو عطا فرما دی گئی۔ ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ کے ساتھ ساتھ تکمیل کا اعلان فرمادیا۔ ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ رحمت عالم، معلم انسانیت نے حکم ربانی سے دعوت کا آغاز فرمایا اور ایسی جماعت تیار کی جس کو اللہ تعالیٰ نے حزب اللہ فرمایا کہ یہ اللہ کی جماعت ہے مزید فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ﴾ تم بہتر امت ہو۔ چونکہ یہی جماعت رسول اللہ ﷺ اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ اور رابطہ کی وجہ سے خاص مقام ومرتبہ اور عام امت کے درمیان امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾ اسی طرح سورۃ توبہ میں ارشاد ہے ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ اور جو مہاجرین اور انصار (قبول ایمان میں) سب سے سبقت لے جانے والے اور مقدم ہیں (اور بقیہ اس امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں، اللہ ان سب پر راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہو گئے۔ صحیح البخاری میں رسول مقبول ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ

''سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر ان کے بعد والوں کا، پھر ان کے بعد والوں

کا۔"

صحیح البخاری، مسلم، جامع ترمذی اور سنن ابی داود کے حوالہ سے فرمان رسول ﷺ ہے:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْأَنَّ أَحَدَهُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

"میرے صحابہ کرام کو گالیاں نہ دو برا نہ سمجھو کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر احد پہاڑ برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی کے ایک مد بلکہ آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔"

قرآن وحدیث میں جو صحابہ کرام کے فضائل ومناقب بیان فرمائے گئے ہیں ان کی روشنی میں امت کو ان کے ادب واحترام اور ان کی اقتداء کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

ان کے اعمال وکردار، رکوع وسجود، اطاعت گزاری کے تذکرے تو تورات وانجیل میں بھی موجود ہیں:

{ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ}۔

{سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ}[سورۃ الفتح]

"سجدوں کے اثر سے ان کی نشانی ان کی پیشانیوں پر عیاں ہوتی ہے۔"

اسی لیے اہل علم کا کہنا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ وہ لوگ تھے کہ

اختارهم الله لصحبه نبيه ونقل دينه فتتبعوا بأخلاقهم وطرائقهم فهم كانوا على الهدى المستقيم

"اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے چن لیا اور اپنے دین کو اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے، سو ان کے اخلاق اور طرائقوں کو اپناؤ وہ سب صراط مستقیم پر تھے۔"

اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ إنهم أئمة الأعلام وقادة الإسلام يقتدى بهم فى عصرهم وبعدهم ''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت بڑے پیشوا تھے اور یہ ہی لوگ قافلہ اسلام کے قائدین تھے ان کے اپنے دور اور وقت میں بھی ان کی اقتداء اور پیروی ہوتی تھی اور ان کے بعد بھی ہوگی۔''

یہ فرمان امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں ارشاد فرمایا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوئی مافوق الفطرت مخلوق نہ تھے۔ ضلال مبین دور میں جنم لیا آنکھ کھولی...... اور ہادی دو عالم رحمت عالم خاتم النبیین ﷺ کی دعوت اسلام تو قبول کر کے مصائب و آلام برداشت فرما کر حوادثات دہر سے ٹکرا کر استقامت وعزیمت کے ساتھ، ایمان وعمل میں ضرب المثل بن گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد ہے:

{فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا}۔

''اگر وہ لوگ اہل کفر وشرک میں سے ان اصحاب رسول ﷺ جیسا ایمان لے آئیں تو وہ بھی ہدایت یافتہ جماعت اور طبقہ میں شمار ہوں گے۔''

ان شخصیات کے تعارف ومناقب سے اصل تو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھنا مقصود ہے اسی سلسلہ میں یہ مختصر کاوش کی ہے۔ تا کہ بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ کے متعلق خوبصورت، معلومات حاصل ہوسکیں۔

اسی طرح فقہاء مدینہ جو کہ معروف شخصیات ہیں ان کے بھی انتہائی مختصر حالات بھی درج کیے ہیں تا کہ اہل علم کی زندگیوں کے حالات وواقعات سے بھی استفادہ کیا جاسکے۔

راقم کی اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز دے۔

والسلام

پروفیسر قاری محمد سعید کلیروی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابی کی تعریف:

صحابی کی سب سے زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ سے حالت اسلام اور ایمان میں ملا ہو۔ اور اسلام پر آخر دم تک قائم رہا ہو۔ اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو کم وبیش آپ ﷺ کے ہم رکاب رہے۔ آپ ﷺ سے حدیثیں روایت کی یا نہ کی ہوں۔ غزوات میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔ جمال مبارک دیکھا یا کسی مجبوری کی وجہ سے مثلاً نابینا ہونے کی وجہ سے نہ دیکھا مثلاً عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔ فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے غزوہ حنین میں بارہ ہزار تعداد ہو گئی تھی اور غزوہ تبوک میں اس قدر ہو گئے تھے کہ دفتر احاطہ نہیں کر سکتا تھا۔(1)

(مقدمہ اصابہ ص ۳) میں ہے حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو ایک لاکھ اشخاص ایسے تھے جنھوں نے آپ ﷺ سے روایت کی اور آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت

صحابہ کی عدالت کے لیے اگرچہ ان کی ہجرت، جہاد، قوت ایمان بذل احوال نصرت اسلام، اپنے ہی آباء و ابناء کا قتل، مناصحۃ فی الدین ان میں ہر چیز کافی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اوصاف بیان کر کے ان

(1) [صحیح البخاری، کتاب المغازی، ذکر غزوہ تبوک، باب حدیث کعب بن مالک (۴۴۱۸)]

کی عدالت کو زیادہ قطعی اور قوی بنادیا۔

۱۔ {وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا}[۲:۱۴۳]

''ہم نے اسی طرح تمھیں عادل امت بنایا ہے۔''

وَسَطًا بہتر اور افضل کے معنی میں ہے۔

۲۔ {كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ}۔

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے تم نیکی و معروف کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔''

۳۔ {يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ}[۸:۶۴]

''اے نبی تجھے اللہ کافی ہے اور مومنوں میں سے جو تیری پیروی کر رہے ہیں۔''

۴۔ {وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ}[۸:۱۰۰]

''جو مہاجرین اور انصار سب سے پہل اور سبقت کرنے والے ہیں اور جو نیک باتوں مین خلوص سے ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔''

۵۔ {لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ}[۴۸:۱۸]

''یقینا اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کرلیا۔''

ان اخیار امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے غفران، مغفرت کا یہ اعلان فرمایا ہے گویا عام معافی کا اعلان ہے۔

۶۔ {مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ}۔

''محمد اللہ کے رسول ہیں جو لوگ ان کے ساتھ ہیں یہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں۔ ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے۔''

تفسیر فتح البیان میں ہے والذین معه سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اشداء علی الکفار سے مراد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں رحماء بینھم سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں رکعاً سجداً سے مراد علی رضی اللہ عنہ ہیں یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً سے مراد باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

۷۔ {لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ}
[۸:۵۹]

''جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ راست باز ہیں۔

صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ (۳۶۵۰، ۲۶۰۲) کے حوالے سے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر

ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس کے بعد آئیں گے۔"

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

«الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ» .

"یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔"

اسماء الرجال کے مصنفین نے مختلف طبقات بھی بیان فرمائیں ہیں۔

① «يقولون الاولون من المهاجرين» .

② «والانصار»

③ «مسلمين قبل الفتح»

④ «مسلمين بعد الفتح»

بعض مؤرخین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقات میں فضائل ومناقب کے لحاظ سے یہ ترتیب پیش کی ہے۔ سب سے پہلے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خلفاء راشدین افضل ہیں اور یہ ترتیب ان کی فضیلت ہے۔ اور ان کے بعد ازواج مطہرات، پھر مہاجرین اول، پھر اہل عقبہ، پھر اہل بدر، پھر ان کے بعد اہل مشاہد کو فضیلت حاصل ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے:

«اخْتَارَ هُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَ نَقْلِ دِيْنِهٖ تَشَبَّهُوْا بِأَخْلَاقِهِمْ وَ طَرَائِقِهِمْ فَهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ» .

"اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی کی صحبت کے لیے چن لیا اور اپنے دین کو اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے۔ سو ان کے اخلاق اور طریقوں کو اپناؤ وہ سب صراط مستقیم پر تھے۔"

علامہ شاطبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

«اتَّبِعُوا آثَارَهُمْ وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ» .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے رہو اور دین میں نئی نئی باتیں نہ نکالو۔ پس پیروی تمہارے لیے کافی ہے۔''

نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

''میری امت میں نیکوکار قوم وہ ہے جس میں میں بھیجا گیا ہوں۔'' ①

نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

''بہترین لوگ میرے اصحاب ہیں۔'' ②

صحابہ کرام میں مہاجرین وانصار دیگر صحابہ سے بالاتفاق بہتر ہیں پھر مہاجرین کو انصار پر فضیلت حاصل ہے اور پھر مہاجرین میں عشرہ مبشرہ کو فضیلت حاصل ہے۔ ان دس جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کے سسر اور وزیر بھی ہیں۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے داماد ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو آپ ﷺ کے چچا زاد بھی ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے تین رشتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے وہ پھوپھی زاد بھائی ہوئے۔ دوسرا رشتہ یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوّام بن خالد کے بیٹے تھے اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ ان کے پھوپھا تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ تیسرا رشتہ یہ تھا رسول اللہ ﷺ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہم زلف تھے حضرت اسماء بنت ابوبکر کے خاوند تھے چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے عقد میں تھیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رشتہ میں آپ ﷺ کے ماموں تھے۔

① [صحيح مسلم، الفضائل الصحابة (٢٥٣٥)] ② [صحيح مسلم (٢٥٣٣)]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ کنیت ابوبکر اور لقب صدیق تھا۔

صورت و چہرہ

نورانی چہرہ' کہرہ بدن' کشادہ پیشانی' گہری چمکیلی رعب دار آنکھیں' میٹھی رسیلی دلکش گفتگو' آپ رضی اللہ عنہ کو محسن انسانیت' رسالت مآب ﷺ نے متعدد مرتبہ جنت کی خوشخبری سنائی، مندرجہ ذیل روایت سے آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت' تقوی و پرہیزگاری کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ احد پہاڑ پر تشریف لے گئے جبکہ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو جلال نبوت سے وہاں لرزہ طاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اُثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَ صِدِّيْقٌ و شَهِيدَانِ».

''اے اُحد! ٹھہر جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔''①

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام عثمان بن عامر اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا پھر ان کی والدہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھا تھا جب آپ ﷺ کے ساتھ صرف پانچ غلام دو عورتیں اور ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ شرف صحابیت کے ساتھ ایک شرف میں منفرد ہیں جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا﴾.

''جب سفر میں اپنے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

①[(بخاری ٣٦٨٦)]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق بھی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا «ابو بکر عتیق اللہ من النار» ابوبکر رضی اللہ عنہ جہنم سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔①

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو خرید کر آزاد فرمایا جن میں حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جن کو امیہ بن خلف سے خریدا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

«أبو بكر سَيِّدُنَا وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا».

''ابوبکر رضی اللہ عنہ سردار ہیں انھوں نے ہمارے سردار کو آزاد کرایا۔''

بخاری شریف باب ہجرۃ النبی ﷺ میں ہے رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ أَبُوبَكْرٍ».

''رفاقت اور مال میں مجھ پر سب سے بڑا احسان ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔''

غزوہ تبوک میں سارا مال جمع کروایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے کر دیا جبکہ رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ سفر ہجرت میں حضرت عائشہ اور اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں بہنوں نے سامان سفر تیار کیا۔ مکہ سے مدینہ کے لیے آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تین دن تک غار میں رہے اس دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ اور غلام عامر بن فہیرہ کی قابل قدر خدمات ہیں۔ سفر ہجرت میں جب لوگ سوال کرتے یہ شخص کون ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب دیتے:

«هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِيْنِي السَّبِيْلَ».

''یہ شخص مجھ کو راستہ بتاتا ہے۔''

سفر ہجرت میں رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں سراقہ بن

---

①[ترمذی ۳۶۷۹]

مالک بن جعشم حصول انعام کے لیے آیا تھا مگر اس نے امان نامہ لکھوانے کی درخواست کر دی جو خدمت عامر بن فہیرہ نے انجام دی۔ جب آپ ﷺ چودہ (۱۴) دن تک قبا میں مقیم رہے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مواخات مدینہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت حارثہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے قائم کی گئی جو مدینہ منورہ میں ایک منفرد شخصیت تھے جب مدینہ منورہ میں پہنچ کر تعمیر مسجد نبوی کا مرحلہ آیا جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی اگرچہ وہ بلا قیمت دینے پر مصر تھے مگر رسول اکرم ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا اور اس کی قیمت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دی۔

آپ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کا فیصلہ بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی۔ اس بارے میں اللہ کا عقاب بھی آیا:

﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

”اگر پہلے ہی اللہ کی طرف سے یہ بات لکھی ہوئی نہ ہوتی جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمھیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔“

غزوہ احد میں آپ ﷺ زخمی ہوئے جب آپ ﷺ کو لایا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ جب ابوسفیان نے میدان خالی دیکھا تو آواز لگائی:

أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ

پھر اس نے کہا:

أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی رسول کریم ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رئیس الامت سمجھتے تھے۔ غزوہ احد کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کفار کا تعاقب کون کرے گا بہتر (۷۲) آدمی تیار ہوئے ان میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی جانثاری کی تعریف فرماتے ہوئے یہ

آیت نازل فرمادی:

﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾۔

"وہ لوگ جنھوں نے زخموں کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی دعوت پر لبیک کہا ان میں جو احسان کرنے والے متقی ہیں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔"

۶ھ غزوہ بنو مصطلق میں جو افک کا واقعہ پیش آیا رئیس المنافقین نے سخت بدنامی کا چرچا کیا جس میں بعض مخلص مسلمان بھی اس پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بن جحش رضی اللہ عنہم جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسطح رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلوم ہوا تو ان کی کفالت سے دستبردار ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ [۲۴:۲۲]

"تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انھیں اپنے قرابتداروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہیں کھا لینی چاہیے۔"

اس ارشاد ربانی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کا کفارہ ادا کرتے ہوئے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی سرپرستی شروع فرمادی۔ صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور غزوہ حنین میں ابوبکر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ ۹ھ میں بنی تمیم کا وفد آیا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان کی امارت کے لیے گفتگو کے دوران جب آپس میں آوازیں بلند ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمان جاری فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾۔

''بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور ثواب ہے۔''

۹ھ میں فرضیت حج کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ آئندہ سال ۱۰ھ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں بھی شامل تھے ہمرکاب تھے۔ واپسی پر آپ ﷺ نے ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور عقبیٰ کے درمیان پسند کرنے کا اختیار فرمایا تھا لیکن اس نے عقبیٰ کو دنیا پر ترجیح دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ زبان اقدس سے یہ الفاظ سن کر زاروقطار رونے لگے۔ ان کی فراست دینی اس کنایہ کو سمجھ گئی کہ بندے سے مراد خود ذات اقدس ﷺ تھے۔

مرض الموت میں آپ ﷺ نے فرمان جاری کیا:

«مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ».

''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

ایک روز مرض میں تخفیف کی وجہ سے مسجد میں دو آدمیوں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا سہارا لے کر تشریف لائے ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کروا رہے تھے نماز ظہر کا وقت تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنا چاہتے تھے مگر آپ ﷺ نے اپنی جگہ پر رہنے کا اشارہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دو۔ تو اس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اقتدا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتے تھے۔ تو اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین روز تک آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں نماز پڑھائی۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«لَا يَخْرُجُ النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثًا».

''آپ ﷺ تین دن تک نماز کے لیے تشریف نہیں لائے۔''

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں سوموار کے روز جب آپ ﷺ کی رحلت ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہنگامی حالت میں مسجد نبوی میں آئے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے آپ رضی اللہ عنہ نے چہرہ انور کو بوسہ دیا اور فرمایا: جو موت کا ذائقہ آپ ﷺ نے چکھ لیا ہے اب اس کے بعد پھر کبھی موت نہ آئے گی۔ پھر باہر تشریف لائے اور خطبہ دیا۔

«مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُاللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ».

''جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی فوت نہیں ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ کی ابھی تجہیز و تکفین بھی نہیں ہوئی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سقیفہ بنی ساعدہ میں تھے۔

① اور انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔

② حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جو اپنے آپ کو مستحق جانتے تھے۔

③ اسی طرح مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے خواہش مند تھے۔

خبر ملنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی سے حضرت عمر اور حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ تشریف لے گئے وہاں جا کر عمائدین انصار سے گفتگو فرمائی پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر چاہا کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنائیں لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (صحیح بخاری کے حوالے سے) فرمایا نہیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم سب لوگوں میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ آپ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اس کے بعد پھر عام خلافت کے لیے بیعت ہوئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اشارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جو احادیث میں ملتے ہیں۔

① آپ ﷺ نے ہجرت کے وقت ان کو اپنا رفیق سفر منتخب کیا اور غار ثور میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔

② مدینہ منورہ میں داخلہ کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے اونٹ پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

③ غزوہ بدر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔

④ کئی بار رسول اکرم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سرایا پر امیر بنایا۔

⑤ صحیح بخاری میں ہے ایک بار نبی پاک ﷺ نے خواب بیان کیا کہ میں حوض پر لوگوں کو پانی پلا رہا ہوں پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انھوں نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اور ایک یا دو ڈول کھینچے اور ان کے کھینچنے میں کمزوری پائی جاتی تھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔①

⑥ ایک بار آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی گفتگو کے دوران عرض کیا کہ اگر میں آؤں تو آپ سے ملاقات نہ ہو سکے (یعنی رحلت فرما جائیں) تو ارشاد ہوا اگر مجھ سے ملاقات نہ ہو تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مل لینا۔②

⑦ آپ ﷺ نے ۹ھ میں پہلا امیر حج ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

⑧ آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو باضابطہ حکماً امام نماز مقرر فرمایا۔

⑨ خطبہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا اسلامی بھائی قرار دیا اور ان کے دروازہ کے علاوہ باقی تمام دروازے (جو مسجد نبوی میں کھلتے تھے) بند کرنے کا حکم دیا۔

---

① [(بخاری ۳۶۶٤ مسلم ۲۳۹۲)]

② [(صحیح بخاری، ۳۶۵۹ مسلم ۲۳۸۶)]

⑩ آغاز علالت میں حضور پاک ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو بلا کر خلافت کی وصیت کروں شاید کوئی مدعی یا آرزو مند پیدا ہو جائے لیکن پھر میں نے کہا کہ خود اللہ تعالیٰ اور مسلمان (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا) کسی کو پسند نہیں کریں گے۔①

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے ۶ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ حضرت فاطمہ الزہر رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے مکان میں بلایا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور خلافت کا اعتراف کیا اور حقوق خلافت بیان کئے اور چھ ماہ تک بیعت نہ کرنے کی وجوہات بیان کیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنا اظہار کچھ اس انداز سے کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اللہ کی قسم اٹھا کر فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی قرابت کو اپنی قرابت سے محبوب سمجھتا ہوں۔ جائیداد حقوق میں اختلاف ہوا مال و زر کے متعلق بھی مگر میں نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو اس کے متعلق کرتے ہوئے دیکھا وہی کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں رات کو دفن کر دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہ دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مگر کنز العمال از علامہ جون پوری طبقات ابن سعد اور ریاض النضرۃ از علامہ محب البصری رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

اور مولانا نافع لکھتے ہیں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ آیا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگے بڑھو اور نماز جنازہ پڑھائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں خلیفۃ الرسول ﷺ کی موجودگی میں آگے بڑھ کر نماز جنازہ کے لیے

---

①[(مسلم ۲۳۸۷)]

پیش قدمی نہیں کرسکتا۔ اور نماز جنازہ آپ رضی اللہ عنہ کا ہی حق ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصائب و مشکلات پہاڑ بن کر سامنے آئے۔

① جھوٹے مدعیان نبوت۔

② مرتدین اسلام۔

③ مانعین زکاۃ۔

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے تین منصوبوں کو ترتیب دیا۔

① قیام امن ② تشہیر خلافت ③ اقامت شریعت

① نبوت کے دعویداروں کا قلع قمع کیا۔ ② مرتدین کی سرکوبی۔

③ مانعین زکاۃ کے خلاف جہاد۔ یہ تھی قیام امن کے لیے کاروائی۔

تشہیر خلافت

حدود خلافت کو وسعت دینے کے لیے توجہ فرمائی۔ عراق اور شام کو فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کیا۔ اسی طرح توج اور امکان کو بھی فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کیا اور انتظامی امور میں اہم اقدامات فرمائے۔

① امیر لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر العسکر کے عہدہ پر فائز کیے گئے۔

② افتاء کا محکمہ قائم کیا اور افتاء خود انجام دیتے رہے۔

③ زکاتیں لکھنے کا محکمہ بنایا۔

④ وفود کی مہمان داری کا انتظام کیا۔

⑤ محصلین زکاۃ مقرر کیے۔

⑥ اجارہ کا قانون وہی رکھا جو آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھا۔

اقامت شریعت کے لیے قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری جو کاتب وحی رہ چکے تھے کو دیا۔ جبکہ کتابت قرآن مجید کا کام اور

اہتمام تو عہد نبوت سے قائم تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی اس کپڑے کو دھو کر دو کپڑے اور بڑھانا اوران میں مجھے کفن دینا کیونکہ زندہ مردے سے زیادہ نئے کپڑے کا مستحق ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علالت ۸ جمادی الثانی ۱۳ھ کوشروع ہوئی اور پندرہ دن بخار میں مبتلا رہے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو ۶۳ برس میں وفات پائی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رسول اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور اعتراف عظمت کے متعلقہ چند باتیں

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ غزوہ ذات السلاسل میں سپہ سالار رہے ہیں خدمت رسول ﷺ میں حاضر ہوکر سوال کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا پھر سوال کیا مردوں میں کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کے باپ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔①

ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا:

«لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلاً». ②

ایک بار آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

«مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ».

"ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ».

---

①[(صحیح بخاری ۳۶۵۹ مسلم ۲۳۸۶)]

②[(صحیح بخاری ۳۹۰٤ مسلم ۲۳۸۲)]

''میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔''①

اور جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ابوبکر رضی اللہ عنہ)

«أَنْتَ صَاحِبِیْ عَلَى الْحَوْضِ وَ صَاحِبِیْ فِي الْغَارِ».

''جیسا کہ تم غار میں میرے ساتھی تھے ایسے ہی حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی رہو گے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہم سے افضل اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب تھے۔②

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللّٰهُ اَبَا بكْرٍ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ ولا غَشَشْتُهٗ.

''پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اللہ کی قسم میں نے ان سے کبھی نا فرمانی کی ہے اور نہ ہی خیانت۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

«أَیُّ النَّاسِ خیرٌ بعدَ رُسُولِ اللّٰه ﷺ».

رسول اکرم ﷺ کے بعد سب سے افضل شخص کون ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أَنَا أُحِبُّ النَّبِیَّ ﷺ وَ أَبَابكْرٍ وَ عُمَرَ وَ أَرْجُو أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ».

''میں نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو محبوب سمجھتا ہوں اور مجھے

① [جامع الترمذی ابواب المناقب من رسول اللہ ﷺ (۳۶۶۲)]

② [(ترمذی ۳۶۵۶)]

امید ہے کہ اس وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا۔"

سب سے افضل شخص

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ حیات تھے تو نبی کریم ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم کو سمجھتے تھے۔ ①

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند جناب محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل کون ہے تو آپ نے فرمایا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، میں نے کہا: پھر کون؟ آپ نے کہا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ دوبارہ پوچھا تو آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ دیں گے، لیکن میں نے ازخود کہا پھر اسکے بعد آپ ہوں گے، میرے کہنے پر فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔ ②

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے:

«كنّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لا نَعْدِلُ بِأَبِي بكْرٍ أحداً» .

"ہم لوگ رسول پاک ﷺ کے زمانہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كَانَ أَبُوْ بكْرٍ أَعْلَمَنَا» .

"ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔" ③

① [سنن ابوداود (ح:٤٦٢٨)]

② [صحیح بخاری (ح:٣٦٧١)، سنن ابوداود (ح:٤٦٢٩)]

③ [صحیح بخاری، کتاب المناقب]

خاص اعزاز

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو اسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا، اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جو شخص نمازی ہوگا اسے باب الصلوۃ سے پکارا جائے گا، جو مجاہد ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا، جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے پکارا جائے گا، جو روزے دار ہوگا اسے باب الریان سے پکارا جائے گا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''ویسے ضروری تو نہیں کہ کسی کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے، پھر بھی کیا کسی کو ان تمام دروازوں سے دعوت دی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میں امید کرتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ انہیں میں ہوں گے۔''①

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج تم میں سے کون روزے سے ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ شریک ہوا؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''میں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج تم میں سے کس نے یتیم کو کھانا کھلایا؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ خصلتیں جمع ہو جائیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''②

---

①[صحیح بخاری (٣٦٦٦) کتاب الفضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ......، مسلم (٢٣٧١)، نسائی، رقم (٢٤٣٩)]

②[صحیح مسلم (٢٣٧٤) کتاب الزکاۃ، باب فضل من ضم الی الصدقۃ غیرھا من انواع البر]

احکام فقیہ کے بنیادی چار اصول ہیں

① کتاب اللہ ② فرمان رسول ﷺ اور حدیث

③ اجماع امت ④ قیاس۔

ان چاروں اصولوں کی بنیاد سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رکھی۔ اور آج تک اسی پر عمل ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی کوئی متنازعہ فیہ مسئلہ آتا تو سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے ورنہ سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے۔ اگر حل نہ ہوتا تو عام مسلمانوں کی طرف رجوع کرتے۔ میراث فدک کے معاملہ میں انھوں نے حدیث پڑھنے کے بعد فرمایا:

«وَلَأَعْمَلَنَّ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ».

''میں اس میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔''

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعض مسائل میں قیاس سے کام لیا اور ان کے قیاسی مسائل میں سب سے زیادہ مشہور دادا کی وراثت کا مسئلہ ہے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا اور وہ غسل سے فارغ ہو کر مہاجرین کی مجلس میں آکر سوال کرتی ہیں آج سخت سردی کا دن ہے اور میرا روزہ بھی ہے کیا مجھے غسل میت کی وجہ سے خود بھی غسل کرنا چاہیے تو انہوں نے فرمایا نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

خلیفہ الرسول کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب الصحابی الجلیل القریشی التیمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب رسول اکرم ﷺ سے مرہ بن کعب تک جا ملتا ہے۔ قریش میں سے انساب کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ رسول کریم ﷺ کی

نبوت و رسالت پر مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ امت کا اتفاق ہے کہ وہ پہلے صدیق ہیں۔ چونکہ انھوں نے لیلۃ الاسراء کی صبح کفار کو جواب دیتے ہوئے تصدیق رسول ﷺ میں جلدی کی اور کسی وقفہ کے بغیر صدق و صفائی کو لازم رکھا۔ اور بہت سے موقعوں پر بڑی ثابت قدمی سے جواب دیا۔ اسی طرح ان کا آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنا، اہل و عیال کو چھوڑ کر غار اور تمام راستے میں آپ ﷺ کے ساتھ رہنا اسی طرح بڑی ثابت قدمی کے ساتھ بدر اور حدیبیہ میں لازم وملزوم رہنا۔ جس دن مسلمان ہوئے اسلام لائے اس دن سے لے کر جس دن رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی سفر وحضر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں جدا نہیں ہوئے۔ اس دن رو پڑے تھے جس دن آپ ﷺ نے ذکر فرمایا:

«أن عبداً خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَ بَيْنَ مَا عِنْدَاللّٰهِ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَكَانَ بِذٰلِكَ أَفْقَهَ الصَّحَابَةِ».

وفات رسول اللہ ﷺ کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے لوگوں کو خاموش کرایا اور ان سے مخاطب ہوئے اور خطبہ دیا۔ ان کے سامنے قرآنی آیات کی تلاوت کی۔ پھر لوگ حقیقت سمجھ گئے اور مطیع تابعدار ہو گئے۔ اللہ کے فیصلے اور حکم پر۔ ان کی بیعت کا قصہ بھی معروف ہے۔ اسی طرح ان کی عنایات مسلمانوں کی مصلحتوں میں مشہور ہیں۔ پھر اسی طرح ان کا اہتمام کرنا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بھیجنے کے سلسلہ میں شام کی طرف۔ اسی طرح مرتدین کے خلاف جہاد کرنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تبادلہ خیال حتیٰ کہ دلائل و براہین سے انھیں قائل کر لیا۔ پھر لشکر تیار کیے جو ملک شام ان کی مدد کے لیے جائیں جو وہاں جہاد کے لیے گئے ہوئے ہیں۔

پھر ان کی مناقب کی تکمیل ہوتی ہے اس بات پر کہ انھوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین مقرر کر دیا۔ یہ ان کی صفات میں سے انتہائی خوبصورت نیکی ہے۔

حیات الرسول میں وہ «مِنْ أَعْظَمِ النَّاسِ جِهَادًا وَ بَذْلاً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ» جہاد کرنے اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں بڑے معروف تھے۔ اپنا سارا مال مکہ اور ہجرت اور غزوات کے سلسلہ میں خرچ کر دیا۔ ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ ان میں سے پانچ تو وہ ہیں جن کو جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اسی طرح انھوں نے بہت سے غلام آزاد کیے جو شمار میں نہیں۔ ان میں سات وہ ہیں جنھیں مکہ مکرمہ میں قبول اسلام کی وجہ سے سزا وعذاب دیا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

«إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهِ وَ مَالِهِ أَبِي بَكْرٍ وَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَ لٰكِنْ أُخُوَّةَ الإِسْلَامِ وَ مَوَدَّته» ①.

تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے۔ اور اس بات کی بھی شہادت دی گئی ہے کہ ان کا ایمان امت رسول ﷺ میں سب سے اعظم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

«لَوْ وُزِنَ إِيْمَانُ أَبِيْ بَكْرٍ بِإِيْمَانِ أَهْلِ الأَرْضِ، لَرَجَحَ بِهِمْ» ②.

عام الفیل کے تین سال بعد پیدا ہوئے۔ اور وہ پہلے خلیفہ ہیں اور پہلے امیر الحج بنا کر بھیجے گئے اور وہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ مکمل قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور وہ پہلے ہیں:

«وَ هُوَ أَوَّلُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَهُوَ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَ

---

① [البخاری (٣٦٥٤)، و مسلم (٢٣٨٢)]

② أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ١/ ٦٩ برقم ٣٦

أَفْضَلِهِمْ رضی الله عنه».

انھوں نے تھوڑے وقت میں بہت کام کیے۔ «وحديثة في الصحيحين»
ابو یعلی نے اپنی مسند میں ان کی ایک سو انتالیس (۱۳۹) احادیث بیان کی ہیں۔ ان کی خلافت کا زمانہ دو سال چار ماہ چند دنوں تک رہا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

کنیت ابوحفص اور فاروق لقب، والد کا نام خطاب تھا۔ قبیلہ قریش کی شاخ بنو عدی سے تعلق تھا۔ اور خطاب کا شمار مکہ کے ممتاز آدمیوں میں ہوتا تھا اور اس سے ہر شخص واقف تھا۔ صحیح مسلم میں ہے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ۶۳ سال عمر تھی، وہ اسلام سے ۳۰ سال قبل عام الفیل سے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عرض علی عمر بن الخطاب'' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے سامنے پیش کیے گئے۔ ①

دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

«ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ» .

''پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا۔'' ②

غزوہ حدیبیہ میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

«يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ» .

''اے خطاب کے بیٹے میں اللہ کا رسول ہوں۔'' ③

«أن عُمَرَ سَئَلَ النَّبِيَّ ﷺ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَعْتَكِفُ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ: فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ» . ④

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ ارشاد ہوا تم اپنی نذر پوری کرو۔''

① [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب تفاضل اهل الایمان في الاعمال ۳۶۹۱]

② [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب فضل العلم ۳۶۸۱ مسلم ۲۳۹۱]

③ [صحیح بخاری، کتاب الجهاد]

④ [صحیح بخاری، کتاب الإعتكاف باب اذا نذر فی الجاهلية ان يعتكف ثم أسلم ۲۰۴۳]

ایک روز آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اللّٰھُمَّ أعِزَّ الإسْلَامَ بِأحَدِ الرَّجُلَیْنِ إمَّا عَمْرو ابن هِشَام و إمَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ».

''اے اللہ اسلام کو دو شخصوں میں سے ایک کے ساتھ عزت اور سرفرازی عطا فرما۔ یا تو عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب سے۔''

امام حاکم نے مستدرک میں ایک روایت میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں:

«ألّٰلھم أعِزَّ الدِّیْنَ بِعُمَرَ».

رسول مقبول ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ اسلام کو عمر کے سبب عزت عطا فرما۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں کتاب مناقب الانصار میں باب قائم کیا ہے «باب إسلام عمر» اس باب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی پانچ احادیث درج کی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ہم لوگ ہمیشہ عزت سے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا زمانہ ۷ نبوی قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چالیسویں مسلمان تھے۔ مرض الموت میں ان کے سامنے ایک نوجوان نے یہ الفاظ کہے تھے:

«أبْشِرْ یَا أمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِبُشْرَی اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قَدَمٍ فِي الإسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ».

''اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور سبقت اسلام کے ذریعے جس کو آپ جانتے ہیں جو بشارت دی ہے۔ آپ اس سے خوش ہوں۔''①

① [صحیح بخاری، کتاب المناقب]

۷ نبوی میں اسلام قبول کیا اور ۱۳ نبوی میں آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ مدینہ روانہ ہونے سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں تشریف لائے اطمینان سے بیت اللہ کا طواف کیا، نماز پڑھی اور کفار مکہ سے فرمایا: جس نے مقابلہ کرنا ہے وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرے۔ لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی اس طرح مدینے کے لیے ہجرت کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ جبکہ ان کے ہمراہ تقریباً بیس لوگ تھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مریدان رسول ﷺ تھے مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ﷺ کے مقام پر فائز تھے۔ مدینہ منورہ میں نماز کے لیے جمع ہونے کا کوئی طریقہ ابھی نہیں اپنایا گیا تھا کہ مشورے ہوئے کہ نصاریٰ اور یہود کی طرح کوئی ناقوس بگل وغیرہ بجانے پر غور ہو رہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا:

«أَوَلَا تَبْعَثُونَ رُجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ».

ایک آدمی کیوں نہیں مقرر کرتے جو نماز کی منادی کرے رسول اکرم ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔①

غزوہ بدر ۲ھ میں ہوا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اسلامی فوج کی تعداد ۳۱۳ اور کفار تقریباً ایک ہزار تھے۔ کفار کے ستر (۷۰) مارے گئے مرنے والوں میں ۲۴ سرداران قریش تھے۔ اور ستر (۷۰) ہی گرفتار ہوئے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو واصل جہنم کیا گیا تھا۔

مقتولین بدر کو جب بدر کے کنویں میں ڈال کر نبی کریم ﷺ نے ان سے بات کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان جسموں میں روح نہیں آپ ان سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان لوگوں سے زیادہ نہیں سنتے۔

① [صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب بدء الاذان ۶۰۴]

اور غزوہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کی بجائے سب کو مار دینے کا مشورہ بھی دیا تھا حتیٰ کہ یہ بھی کہا تھا کہ اپنے اپنے عزیز واقارب کو قتل اپنے اپنے ہاتھوں سے کیا جائے۔ غزوہ احد ۳ھ میں ہوا جب مسلمانوں میں پریشانی کا ماحول بن گیا تھا ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی نام لیا تھا:

«أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ».

''کیا قوم میں ابن خطاب موجود ہیں۔''

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم وہ سب زندہ ہیں جو تجھ کو برا معلوم ہوتا ہے وہ باقی ہے۔ ①

ایک دوسری روایت میں ہے:

«بَقَى اللّٰهُ لَكَ يُخْزِيكَ».

''اللہ نے تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے۔''

تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک سنادید اسلام یہی تین بزرگ تھے۔

① رسول اللہ ﷺ

② حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

③ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا۔ غزوہ بنونضیر میں جب بنونضیر کو خندق میں ۳ھ کو بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلا وطن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس غزوے میں بھی شریک تھے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے جب نبی کریم ﷺ اور اصحاب رسول سے بدتمیزی کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

① [صحیح بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ احد ۴۰۴۳]

«دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ» .

"اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"جانے دو لوگ کہیں گے محمد ﷺ اپنے اصحاب کو مرواتے ہیں۔"①

صلح حدیبیہ ۶ھ موقع پر جب شرائط لکھے جانے کا ماحول تھا آپ ﷺ ان کی شرائط مان رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ کیا ہم ان سے لڑ نہیں سکتے اگر ایسا کچھ درست ہے تو ان کی شرائط کیوں قبول کر رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا: «عمر إني رسول الله» اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے مکالمہ ہوا یہی سوال جواب تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: «عمر رضی اللہ عنہ هو رسول الله» وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ چنانچہ اس معاہدے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی دستخط کیے۔ واپسی سفر حدیبیہ سے مکہ کی طرف سورۃ الفتح نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا آج مجھ پر وہ سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔②

جب احکام نازل فرما دیے گئے کہ مسلمان کے عقد میں کافر عورت نہیں رہ سکتی کیونکہ اس زمانے تک کافر عورتوں کا مسلمانوں کو اپنے عقد میں، نکاح میں رکھنا جائز تھا اور جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ﴾ [۶۰:۱۰]

حدیبیہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چودہ سو تھے جو بیعت رضوان میں شامل ہوئے جن میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ غزوہ خیبر ۷ھ میں برپا ہوا اور اللہ تعالیٰ

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب یقولون لان رجعنا الی المدینة ۴۹۰۷

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر ۴۸۴۴

نے فتح ونصرت سے نوازا خیبر میں یہودی سردار مرحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔آپ ﷺ نے خیبر کی زمین مجاہدین اسلام میں تقسیم فرمادی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ نے کھجوروں کا ایک باغ دیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

«لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ» .

''اس سے بڑھ کر عمدہ مال جائیداد مجھ کو کبھی نہیں ملی۔''(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو اللہ کی راہ میں وقف کردیا۔تاریخ اسلام میں یہ پہلا وقف تھا جو عمل میں آیا۔

فتح مکہ ۸ھ میں ہوا۔آپ ﷺ نے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ جانے کا ارادہ فرمایا تو اس پروگرام کی خفیہ اطلاع حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ کو بذریعہ خط دے دی۔رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع کردی گئی۔ اس راز کے افشا ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا:

«يَارَسُوْلَ اللهِ قَدْخَانَ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ» .

انھوں نے اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کی ہے اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اڑادوں۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا یہ بدری نہیں ہے؟ شاید اللہ نے اہل بدر کے متعلق فرمادیا ہو کہ تم جو چاہو کرو تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور کہا: «اللّٰہ و رسولہ أعلم» اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔(۲)

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے

(۱)[صحیح بخاری، کتاب الشروط]

(۲)[صحیح بخاری، کتاب المغازی ۳۹۸۳]

گئے اس فصیح اور بلیغ تقریر کے بعد لوگوں سے بیعت لی اور عورتوں سے بیعت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لی۔ فتح مکہ کے موقع پر ہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ غزوہ حنین میں جب لشکر کے پاؤں اکھڑے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میدان سے ہٹے نہیں تھے بلکہ جب ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں کا حال کیا تھا تو فرمایا جو اللہ کا حکم تھا وہی ہوا۔ ①

جب ۹ھ میں «إیلاء» کا واقعہ پیش آیا جو خانگی مصارف میں اضافہ کے مطالبہ پر ہوا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم آپ ﷺ سے مطالبہ نہ کرو تم کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ مجھ سے لے لو۔

آپ ﷺ نے بیویوں سے الگ رہنے کے لیے ایک ماہ کا عہد فرمایا تو ۲۹ دن کے بعد عہد ختم کرتے ہوئے فرمایا مہینہ ۲۹/ ۳۰ دن کا ہوتا ہے چونکہ وہ مہینہ تھا ہی ۲۹ دن کا۔

۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم دیا اور مال و زر سے اعانت کی ترغیب دلائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدھا مال خدمت رسول ﷺ میں پیش کر دیا اور نصف مال اپنے اہل وعیال کے لیے چھوڑ آئے۔

حجۃ الوداع ۱۰ھ میں جب رسول اللہ ﷺ حج کے لیے تشریف لے گئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہم رکاب تھے۔ مرض الموت میں جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک کاغذ لاؤ میں تمہارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ».

① [صحیح بخاری، کتاب المغازی باب قول اللّٰہ تعالیٰ یوم حنین ٤٣٢٢]

آپ ﷺ کو مرض کی شدت ہے تمہارے پاس تو قرآن مجید ہے۔ ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ تو جب اختلافی آراء آئیں، آوازیں بلند ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔①

یہی واقعہ تاریخ میں ''واقعہ قرطاس'' کے نام سے مشہور ہوا اور شیعہ سنی کے اختلاف کا معرکہ گاہ ہے۔

آپ ﷺ کی رحلت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ سوموار کے دن ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سخت اثرات مرتب ہوئے۔ حتیٰ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال اور اعلان تھا کہ آپ ﷺ فوت ہی نہیں ہوئے لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آیات قرآنی سے رحلت نبوی ﷺ پر استدلال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے اور بڑے بڑے کام سرانجام دیے۔ تمام کاموں میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ شریک کار رہے۔ قرآن مجید کی تدوین کا کام بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اصرار اور مشورے سے عمل میں لایا گیا۔ عہد صدیقی میں جو بھی علمی، دینی اور سیاسی امور انجام پائے ان تمام معاملات و امور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ اور رائے شامل ہوتی رہی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دیا اور خلافت کی جانشینی کا وصیت نامہ لکھوا دیا اور لکھوایا کہ یہ وصیت نامہ ابوبکر بن قحافہ کی طرف سے مسلمانوں کے نام ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تم پر خلیفہ مقرر کرتا ہوں اور میں نے اس معاملہ میں تمہاری خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کی۔②

آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ» . ③

---

① [صحیح بخاری، کتاب المرضیٰ باب قول المریض قوموا عنی ۵٦٦٩]

② [سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ از حکیم محمود احمد ظفر]

③ [سنن ابو داؤد جلد دوم، جامع الترمذی جلد دوم]

”پس تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں مضبوطی سے پکڑو۔“

خلافت فاروقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسریٰ اور قیصر کی عظیم الشان سلطنتوں کو ملیامیٹ کرتے ہوئے فتح کیا اور ان کے مال و دولت غنیمت میں مدینہ پہنچنے پر تقسیم فرمائے۔

«بَعَثَ النَّاسَ فِي أَفْنَاءِ الأَمْصَارِ يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ». ①

”عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تمام بڑے بڑے شہروں میں مشرکین سے لڑنے کے لیے بھیجا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتوحات کا آغاز کرتے ہوئے عراق کے شہر کوفہ، بصرہ حیرہ اور مدائن پر قبضہ کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیے۔ اور قادسیہ کی جنگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں لڑی اور اسلامی علم ایران کی سرزمین پر بڑی شان وشوکت سے لہرایا۔ مدائن کی جنگ میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ شامل تھے جنھوں نے ہرمز کے خزانے کھولے۔ ②

اسلامی فوج کے مقابلہ میں کسریٰ کا سپہ سالار چالیس ہزار فوج کے ساتھ آیا۔ صحیح بخاری میں یہی تعداد مذکور ہے۔ مگر علامہ شبلی نعمانی نے تاریخ کے حوالہ سے ڈیڑھ لاکھ بتائی ہے۔

۱۶ھ میں بیت المقدس کی فتح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں ہوئی۔ عیسائیوں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے مطالبہ کیا کہ معاہدہ لکھنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تشریف لائیں تو چابیاں ان کے حوالے کر دیں گے تو ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر مجلس شوریٰ کو اجلاس میں حالات سے آگاہ کیا۔ کیونکہ

① صحیح بخاری، کتاب الجهاد باب الجزية

② [صحیح بخاری، کتاب المناقب۔ باب علامات النبوة في الاسلام ۳۵۹۵]

اب ملک شام بھی عراق کی طرح اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول اس لیے کیا کہ وہ کاغذات حساب دربار خلافت میں اپنی عادت کے مطابق جو عہد صدیقی میں رہی نہیں بھیجتے تھے۔ اور اسی دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک شاعر کو دس ہزار انعام بھی دیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ رقم تم نے اپنی گرہ سے دی ہے تو یہ اسراف ہے۔ اگر بیت المال سے دی ہے تو خیانت کا مرتکب ہوئے اور چونکہ شرط بھی جو حسابات کے متعلق تھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نامنظور کیا تھا۔ لہٰذا انھیں یہ کہتے ہوئے معزول کر دیا کہ آپ دونوں صورتوں میں معزولی کے قابل ہیں۔ فتوحات فاروقی کی وسعت اور مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ تقریباً چوبیس (۲۴) لاکھ مربع میل تھا۔ بعض نے زیادہ بھی بیان کیا ہے۔

لوگ مسلمانوں کی راست بازی، عدل و انصاف اور اخلاق و عمل سے اتنا گرویدہ ہو جاتے کہ مذہبی اختلاف کے باوجود بھی اسلامی خلافت و سلطنت کا زوال نہیں چاہتے تھے۔ یرموک کے معرکہ میں مسلمان جب شام سے نکلے تو عیسائی رعایا نے پکارا اللہ تمھیں پھر اسی ملک میں لائے اور یہودیوں نے تورات کو ہاتھ میں لے کر کہا کہ ہمارے جیتے ہوئے قیصر یہاں نہیں آ سکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے اللہ کا فرمان ہر وقت رہتا:

﴿شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [۳: ۵۹]

"آپ ان سے مشورہ سے کام لیا کریں۔"

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [۴۲: ۳۸]

"ان کا ہر کام آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے۔"

اسی لیے ان کی حکومت و خلافت کا نظام شورائی تھا۔ اسی لیے جب آپ رضی اللہ عنہ

زخمی ہوئے تو امر خلافت کے لیے چھ آدمی نامزد کر دیے چنانچہ انھوں نے باہم مشورہ کیا اور دیگر لوگوں سے بھی مشاورت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے مقرر فرما دیا گیا۔

سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں کو صوبوں اور اضلاع میں تقسیم کیا نظام خلافت میں جب گورنروں کا تقرر فرماتے تو ان کی جائیداد اور مال واسباب کا گوشوارہ لے کر اپنے پاس محفوظ فرماتے اور اس سے عہد لیتے کہ ترکی گھوڑا پر سوار نہ ہو گا، باریک کپڑے نہیں پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا، دروازے پر دربان (سکیورٹی گارڈ) نہیں رکھے گا اور ضرورت مندوں کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ عدالت کے نظام کو مستحکم ترین اصولوں پر قائم کیا۔ عدل و انصاف، اصول شریعت پر مبنی نظام ظلم و استبداد سے کوسوں دور۔ بیت المال کا قیام و خطام۔ اسی طرح فوجی نظام، پولیس کا محکمہ، ڈاک کا محکمہ اشاعت اسلام کے لیے خدمات قابل قدر ہیں۔ اور قرآن مجید کو جمع کرنے کے سلسلہ میں کوشش کرنا۔ احکام کے اجزاء عموماً امارت حج اپنے پاس رکھتے ترقی علوم کے لیے آپ نے مجلس علماء قائم کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

«كَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ».

''حضرت عمر کے اہل مجلس قراء ہوا کرتے تھے۔''①

اسی طرح جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی فن میں صاحب کمال تھے ان کے کاموں سے لوگوں کو آگاہ کرتے جس طرح فرمایا:

«أَقْرَءُنَا أُبَيٌّ وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ».

''ہم میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے بڑے

①[صحیح بخاری، کتاب التفسیر]

قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔"①

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کروائی لیکن بنیادیں وہیں رہنے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام میں کوئی سن تاریخ نہ تھا تو اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن ہجری کا اجراء فرمایا۔ اسلامی ریاست میں جو غیر مسلم سکونت رکھتے ہوں وہ ذمی کہلاتے ہیں ان کے حقوق کے حوالہ سے ان کی جان و مال، عزت و آبرو کی ذمہ داری اسلامی حکومت و ریاست پر ہے کسی ذمی کا قتل اسلام میں کبیرہ گناہ ہے اور اس پر کسی قسم کا ظلم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اور نادار ذمیوں سے جزیہ نہ لینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی پر جلا وطنی کی سزا دی ہے۔ غلامی کا رواج کم کیا ہے۔ تدبیر و بصیرت سے سیاست کی ہے انصاف کرنے میں مساوات کا بھی خیال رکھا ہے اور اصول مساوات کی بنیاد پر فیصلے فرمائے ہیں۔ رفاہ عامہ میں عام انسانوں کی بھی مدد فرمائی ہے۔ رعایا کی خبر گیری بھی فرماتے رہتے تھے۔

زمانہ خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے اس کی مثال تاریخ میں مشکل ہی ملے گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا جرنیل اور فاتح تاریخ میں نہیں گزرا۔ فتوحات کی وسعت، نظام حکومت، ملکی انتظامات، تدبیر و سیاست، عدل و انصاف، اشاعت مذہب اسلام، علوم اسلامیہ کی سرپرستی اور اصلاح اخلاق کے جو فرائض آپ نے سرانجام دیے ان کی مثال و نظیر سے اقوام قدیمہ و جدیدہ دونوں ہی خالی ہیں۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جدید سلطنت کی اور جدید تمدن کی بنیاد رکھی۔

آخری حج ۲۳ھ میں کیا اور اس میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو بھی حج کرنے کی اجازت دے دی۔ ایام حج میں کسی شخص نے کہا اگر عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں

① [صحیح بخاری، ٤٤٨١]

کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت تو اتفاقی تھی اور یہ بات کہنے والے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے جواب دینا چاہا عام خطبہ و خطاب کی صورت میں مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے روکنے پر مدینہ پہنچنے تک خطاب کو مؤخر کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ کوہ احد پر تشریف لے گئے تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ ①

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِي سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ».

"اے اللہ مجھ کو اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھ کو اپنے رسول کے شہر میں وفات دے۔" ②

مدینہ منورہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام فیروز نامی نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ فجر کی نماز میں دو دھاری خنجر سے حملہ کیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو کر گر گئے اور اس نے تیرہ (۱۳) آدمیوں کو بھی زخمی کیا جن میں سات شہید ہو گئے تھے۔ پھر یکم محرم ۲۴ھ کو آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خراج تحسین پیش کرنے کا تذکرہ میں بھی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۷ھ میں ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما (یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ کے بطن سے تھیں) سے نکاح کیا اور چالیس ہزار درہم حق مہر ادا کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی تھے اکثر غزوات میں رسول پاک ﷺ

① [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر ۳۶۸۶]

② [صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینۃ ۱۸۹۰]

کے ساتھ شریک رہے علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت رسول ﷺ میں بے مثال تھے جن کی روایت کردہ احادیث ۲۶۳۰ ہیں جنھوں نے ۷۳ھ میں دنیا فانی سے رحلت فرمائی۔ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ۳ھ میں ان سے نکاح کیا اور انھیں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا اور ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں تو مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی چونکہ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے شجاع بہادر اور قوی تھے۔ عاصم رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے مشہور محدث، پاکیزہ نفس اور صاحب علم و فضل تھے جو خلیفہ راشد شمار کیے جانے والے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اموی کے نانا تھے۔ انھوں نے ۷۰ھ میں انتقال کیا۔ ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا جب دعائے رسول ﷺ سے قرض ادا ہو چکا تو کھجوریں کافی بچ بھی گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَخْبِرْ ذَاكَ ابْنَ الْخَطَّابِ».

''اس واقعہ کی ابن خطاب کو خبر دو۔'' ①

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

«مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ».

''جب سے عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے ہیں ہم لوگوں کو برابر غلبہ حاصل ہوا ہے۔ (اور ہم معزز رہے ہیں)'' ②

---

① [صحيح بخاري، كتاب في إستقراض ٢٣٩٦]

② [صحيح بخاري، كتاب المناقب ٣٦٨٤]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ» .

''ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو خیال کرتے تھے۔'' ①

جبکہ کفار بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان کیا اور فرمایا کہ میں نے پیالے سے بچا ہوا دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خواب کی تعبیر رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''علم'' مراد ہے۔ ②

لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ کو علم و فضل، امامت و اجتہاد کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کا منصب حاصل تھا۔ قوت حافظہ، غور و فکر اور اصابت الرائے میں کمال حاصل تھا۔ طلب علم کا اہتمام اس طرح کیا کہ ایک دن انصاری دوست نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دوسرے دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۔ چنانچہ تعلیمات وحی اور رسالت مآب ﷺ کے ارشادات و فرامین سے ایک دوسرے کو آگاہ کرتے اور بتاتے۔ ③

اسی طرح مسئلہ قضاء قدر کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سفر شام میں مقام سرغ پر پہنچے تو معلوم ہوا کے شام میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ مشاورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جب عمر رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تھا تو

---

① [صحيح بخاري، ٣٦٩٨]

② [صحيح بخاري، كتاب العلم ٨٢]

③ [صحيح بخاري، كتاب العلم، باب التناوب في العلم ٨٩]

حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«أ فِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ» .

''کیا آپ قضاء الٰہی سے بھاگتے ہیں؟''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت مختصر اور بلیغ الفاظ میں جواب دیا:

«نَعَمْ ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ» .

''ہاں ہم اللہ کی قضاء قدر سے اللہ کی قضاء کی طرف بھاگتے ہیں۔''①

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا تھا:

«وَاللّٰهِ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ لَوْلَا إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاقَبَّلْتُكَ» .

''ہاں اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں بھی بوسہ نہ دیتا اسی لیے اس کو بوسہ دیا۔''②

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑے فصیح و بلیغ انداز و الفاظ میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ ایک انصاری کو جو چادر کو نیچے لٹکائے ہوئے تھا ارشاد فرمایا۔

«إرفع ثوبك فإنه أنقى بثوبك واتقى لربك» .

''کپڑا اونچا کر لو۔ اس سے کپڑا پاک رہے گا اور تیرے رب کا تقویٰ حاصل ہوگا۔''③

ایک بار فرمایا:

«أَلْهَانِيَ الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ» .

①[صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون ٥٧٢٩]
②[صحیح بخاری، ١٥٩٧]
③[صحیح بخاری، کتاب المناقب]

"مجھے بازار کے معاملات نے مشغول کر دیا۔①

علم قرأت کے سلسلہ میں کئی قرأتیں منقول ہیں۔②

علم تفسیر قرآنی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ﴾ [٤: ٥١]

"وہ لوگ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«الجبت السحر والطاغوت الشيطان».

"جبت سحر کو کہتے ہیں اور طاغوت شیطان ہے۔"③

حدیث رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں بہت زیادہ احتیاط و تحقیق اور استقصا کیا ہے۔ عہد نبوت میں کوئی مسئلہ درپیش آتا تو براہ راست رسول اکرم ﷺ سے دریافت کر لیتے۔ عہد صدیق رضی اللہ عنہ میں زیادہ ضرورتوں کے پیش نظر مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استفسار کرنے کی ضرورت پیش آتی اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجمع عام میں پکار کر کہتے کہ اس مسئلہ میں کسی کو اگر کوئی حدیث معلوم ہے تو پیش کرے۔ اسی لیے دیت کے متعلقہ جب حدیث پوچھی تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سنایا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«أنت من يشهد معك عن هٰذا».

"اس پر کوئی گواہ لاؤ۔"

چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے شہادت دی۔④

---

① [صحيح بخاری، كتاب البيوع، ٢٠٦٢]

② [صحيح بخاری، كتاب التفسير]

③ [صحيح بخاری، كتاب التفسير]

④ [صحيح بخاری، كتاب الديات]

اسی طرح استیذان کے بارے میں جب ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پر شہادت پیش کریں تو وہ انصار کے مجمع میں گئے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو لاکر شہادت میں پیش کیا۔①

مسئلہ قضاو قدر کے بارہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معروف قول

خلافت فاروقی میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کا سفر کیا اور مقام سرخ پہنچے تو معلوم ہوا شام میں طاعون کا مرض پھیلا ہوا ہے تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ »

''کیا تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو؟''

تو جوابا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«نَعَمْ ، مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ » .

ہاں ہم اللہ کی قضا۔تقدیر سے اللہ کی قضا کی طرف بھاگتے ہیں ۔②

بلاد اسلام میں فقہ کے مندرجہ ذیل مراکز تھے

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ اور شام مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ کوفہ میں حضرت علی، عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم تھے۔ اور شام میں حضرت ابو درداء اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما تھے۔ ان حضرات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت سے مستفید ہوتے تھے۔

①[صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب الخروج في التجارة ۲۰۶۲]

②[صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذ کرنی الطاعون ـ صفحه نمبر ۱۳]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فقہ کے چھ امام تھے

محدثین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں چھ اشخاص تھے جن پر علم فقہ کا مدار تھا۔

① عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ ③ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

④ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ⑤ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ⑥ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

یہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں روایت کی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑے فقیہ اور مجتہد تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے بھی مسائل طے فرماتے۔ مسائل شرعی کا ماخذ قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ ہے۔ قرآن و حدیث سے اگر مسئلہ حل نہ ہوتا تو اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کرتے ان سے حل دریافت فرماتے اور اتفاق رائے سے اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ چونکہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ۱۵۰ھ، امام مالک رحمہ اللہ ۱۷۹ھ، امام شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ سب قیاس کے قائل تھے۔ اور ان کے مسائل کا ایک بڑا ماخذ قیاس ہے۔

مکارم اخلاق میں، ایثار، شجاعت و جرأت، ادب خاص طور پر حب رسول ﷺ میں نمایاں ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا خدا کی قسم اب آپ ﷺ مجھے جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: «الآن یا عمر» اے عمر رضی اللہ عنہ اب درجہ کمال ایمان حاصل ہو گیا ہے۔①

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کو جان و مال اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

① [صحیح بخاری کتاب الإیمان والنذر ٦٦٣٢]

سیرت عمر رضی اللہ عنہ پر اجمالی نظر

عمر بن الخطاب بن نفیل ابو حفص امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیرہ (۱۳) سال بعد پیدا ہوئے۔ اشراف قریش میں سے تھے قریش کی سفارت کاری ان کے پاس تھی۔ جب کبھی قریش اور دیگر لوگوں کے درمیان لڑائی ہوتی تو انھیں سفارت کے لیے بھیجتے اس وقت اسلام لائے جب چالیس مرد اور اکیس عورتیں اسلام لا چکیں تھیں۔ اللہ نے ان کے ذریعے اسلام کو عزت دی۔ انھوں نے اعلانیہ اسلام قبول کیا اور ان کے ذریعے اللہ نے حق و باطل میں فرق کیا:

«فَرَّقَ اللّٰهُ بِهٖ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ» .

لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

«مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ» . ①

«وَ قَالَ إِسْلَامُ عُمَرَ فَتْحًا وَ هِجْرَتُهٗ نَصْرًا و إِمَارَتُهٗ رَحْمَةً» .

"عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام فتح تھی، ہجرت نصرت و مدد تھی، اور امارت خلافت ورحمت تھی۔"

جب تک عمر رضی اللہ عنہ اسلام نہیں لائے تھے کفار ہمیں کھل کر بیت اللہ میں نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو انھوں نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ انھوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نماز پڑھنے لگے۔

اسلام میں سبقت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اور ان حضرات میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت سنائی گئی ہے «وَ أَحَدُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ» اصحاب رسول ﷺ میں سے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کبار علماء اور زاہدین میں سے ہیں۔ اعلانیہ مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے اپنی قوت اور دلیری کی بنیاد پر۔ رسول پاک ﷺ

① [البخاری (۳۶۸٤)]

کے ساتھ بدر، احد، خندق، بیعۃ الرضوان، خیبر، فتح مکہ اور حنین طائف، تبوک اور تمام مشاہد سائر المشاہد شریک ہوئے تھے۔

«وَ كَانَ شَدِيْدًا عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِيْنَ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ عَلٰى وِفْقِ قَوْلِهِ فِيْ عِدَّةِ مَوَاضِعَ».

''کتنی مرتبہ قرآن ان کی رائے اور قول کی موافقت میں نازل ہوا۔''

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

«لَقَدْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَّكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ». ①

''تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث (ملہم) ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں ایسا کوئی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔''

«و كان من أزهد الناس و أورعهم و أكملهم ديناً». ②

''لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد اور تقوی والے اور ان میں سے زیادہ کامل ایمان والے تھے۔''

ان کے دین کا کمال یہ تھا کہ ان سے شیطان بھاگتا تھا۔③

انھوں نے رسول کریم ﷺ سے ۵۳۹ حدیثیں روایت کی ہیں۔ بخاری اور مسلم نے ۲۶ پر اتفاق کیا ہے اور بخاری نے ۳۴ اور مسلم نے ۲۱ بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان اور دل پر حق کو رکھا تھا۔ دل وزبان کے ذریعے حق کو واضح کر دیا:

«جَعَلَ اللّٰهُ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِهِ وَ قَلْبِهِ».

اور خلافت پر خوب قائم رہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جس طرح کرنے کا حق

① [البخاری (۳۶۸۱)]

② [البخاری (۳۶۸۳) و أعلم، البخاری (۳۶۸۱)]

③ [البخاری (۳۶۸۳)]

تھا۔ لشکر بھگائے، بلدان فتح کیے، اور شہر آباد کیے۔ اسلام کو عزت اور کفر کو بہت زیادہ ذلت اٹھانی پڑی۔ شام، عراق، مصر، الجزیرہ، دیار مکہ، آرمینیہ، آذربیجان، ایران، بلاد الجبال، بلاد فارس، خورستان یہ علاقے اور ملک فتح کیے۔ بڑے بڑے معرکے ہوئے مگر اللہ نے انھیں فتح ونصرت سے نوازا۔ صلاۃ التراویح پر انھوں نے سب سے پہلے لوگوں کو جمع کیا۔ شہادت کی موت بلاد رسول ﷺ میں طلب کرتے رہے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی ابولؤلو مجوسی نے فجر کی نماز میں خنجر مارا ۲۳ھ ۲۶ ذی الحجہ بدھ کے روز۔ یکم محرم ۲۶ھ کو دفن کیے گئے رسول پاک ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

ان کی خلافت دس سال پانچ ماہ اور اکیس دن تھی۔ دس سال مسلسل لوگوں کے ساتھ حج کرتے رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمر تھی۔ والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروی تھا۔قریش کی شاخ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ والدین کی طرف سے ان کا شجرہ نسب رسول کریم ﷺ سے پانچویں پشت پر جا کر مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ امیہ بن عبد شمس کا شمار قریش کے رؤسا میں ہوتا تھا۔قریش کا قومی جھنڈا ''عقاب'' خاندان بنوامیہ کی تحویل میں ہوتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے ۴۷ برس پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے «إصابة فى أحوال الصحابة» میں یہی لکھا ہے، خاندان بنو امیہ کا پیشہ تجارت تھا اور اس خاندان کے لوگ تجارت کے لیے مکہ سے باہر دوسرے ممالک میں جایا کرتے تھے۔اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد عفان بن ابی العاص بھی مشہور تاجر تھے۔رسول اکرم ﷺ کی دعوت اسلام کے آغاز کے کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور ان کا قبول اسلام میں چوتھا نمبر تھا۔اور شمار سابقین الاولین میں ہوتا ہے۔اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

«زَوَّجَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ» .

نبی کریم ﷺ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ایک صاحبزادی کا نکاح کیا (پھر اس کے انتقال کے بعد) اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں دے دی۔اور صحیح بخاری میں ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: «إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ

لَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَ سَهْمَهُ». ①

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے چونکہ ان کے نکاح میں رسول اکرم ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ بیمار تھیں تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اے عثمان رضی اللہ عنہ آپ کو بدر میں شامل ہونے کے برابر اجر ملے گا اور غنیمت کا حصہ بھی۔ ان کے بطن سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا اسی مناسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ نبی ﷺ کا فرمان تھا کہ اللہ عثمان و رقیہ کا حامی و ناصر ہو۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ اللہ کے راستے میں ہجرت کی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ «هَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ» میں نے پہلی دو ہجرتیں کی ہیں۔ [صحیح بخاری]

ایک بار اللہ کے دین کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری بار مکہ سے مدینہ کی طرف مشہور ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔ دوبار ہجرت کی فضیلت ایک بہت بڑا شرف ہے۔ مدینہ منورہ میں جانے کے بعد مہاجرین کے لیے میٹھے پانی کا کنواں بئیر رومہ کی خریداری کر کے مسلمانوں کو عام وقف کر دیا۔ آپ ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی:

«مَنْ يَحْفِرُ بِئْرَ رُومَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ». ②

جو شخص بئر رومہ کو خرید کر وقف کر دے اس کے لیے جنت ہے۔ غزوہ بدر ۲ھ میں ہوئی ۱۷ رمضان المبارک تھی جس کا نام قرآن میں یوم الفرقان کے نام سے آیا ہے: ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ﴾ [۸: ۱۴] جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت کی وجہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

① [صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب إذا بعث الإمام رسولاً فی حاجۃ ۳۱۳۰]

② [صحیح البخاری]

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اسی لیے ذوالنورین کہلاتے جاتے ہیں۔ یہ بات بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ میرے داماد اور میرے سسرال کو ہرگز جہنم میں داخل نہ کرنا۔①

غزوہ احد ۳ھ میں ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں شریک تھے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پیچھے رہے تھے۔ جب عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں بعض منافقین نے ان کی تنقیص کرنا چاہی کہ وہ غزوہ بدر سے بھاگ گئے تھے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بڑا مفصل جواب دیا تھا۔ غزوہ ذات الرقاع میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقام ہونے کا شرف بخشا تھا۔ پھر بنو نضیر کی جلا وطنی عمل میں آئی۔ اس کے بعد ۵ھ میں غزوہ خندق کا معرکہ پیش آیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان تمام غزوات میں شریک تھے۔

۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے زیارت کعبہ کا قصد فرمایا حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا مصالحت کے خیال سے چونکہ آپ ﷺ کو لڑنا مقصود نہ تھا۔ ادھر سے خبر پھیل گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ بیعت رضوان ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کی نسبت فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے اور اسے بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ بیعت رضوان عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو فرمایا کہ اب ان باتوں کو اپنے ساتھ لے جا۔②

تو اس کا سبب تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے جو حدیبیہ کے مقام پر صورت حال سامنے آئی بیعت رضوان ہوئی صلح کی شرائط لکھی گئیں نفلی قربانیاں ذبح کی گئیں احرام

①[استیعاب في معرفة الأصحاب]

②[البخاری ۳۶۹۹]

کھول دیے گئے۔ پھر سفر حدیبیہ شروع ہوا تو واپسی پر راستے میں سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ اور اس میں ساری وضاحت اور اشکالات و ابہام کے جواب بھی دیے گئے۔ رسول مقبول ﷺ کی شان و عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپس کی محبت و پیار اور کفر اور کافروں کے خلاف شدت اور استقامت کے تذکرے فرمائے گئے۔

۸ھ میں مکہ فتح ہوا اور اسی سال غزوہ حنین کا معرکہ ہوا جس میں با قاعدہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ جب ۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو اس طرح غزوہ تبوک کے لیے تیاری شروع کی گئی۔ غزوہ تبوک میں ۳۰ ہزار پیدل فوج اور دس ہزار سوار شامل تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی فوج کے اخراجات اپنے ذمے لیے تو آپ ﷺ نے دو بار ارشاد فرمایا آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی عمل نقصان نہیں دے گا۔①

«ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء» میں لکھا ہے کہ تبوک کے قیام کے دوران ایک بار لشکر اسلام سخت پریشانی اور مصیبت سے دو چار ہوا۔ لشکر پر فاقہ کشی کی نوبت آ گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کی یہ حالت دیکھ کر ادھر ادھر دیہاتوں سے سامان خورد نوش خرید کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور سامان سے لدے اونٹ بٹھائے تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا آپ ﷺ نے یہ کلمات تین بار دہرائے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا بھی کرائی گئی۔

حجۃ الوداع ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے آخری حج کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہمرکاب تھے۔ ۱۲ ربیع الاول اور ۱۱ھ کو آپ ﷺ کی رحلت ہوئی إِنَّا لِلّٰه وَ إِنَّا إِلَيْه رَاجِعُوْن.

---

①[صحیح سنن ترمذی (۳۷۰۱)]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ میں بھی اور اس سے پہلے نبی پاک ﷺ کے بھی مشیر خاص رہے۔ان کی خلافت کے ادوار میں مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ چونکہ ان بزرگوں نے أَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ پر عمل کرتے ہوئے اکابرین مہاجرین و انصار پر مشتمل مجلس شوریٰ کی تشکیل دی مجلس شوریٰ کے تمام ارکان ارباب تقویٰ اور اصحاب الرائے تھے۔اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے۔

۲۸ ذی الحجہ ۲۲ھ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ابو فیروز نے قاتلانہ حملہ کیا اور یکم محرم ۲۳ھ کو حضرت عمر فوت ہو گئے۔ تین دن کی علالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جانشینی کے لیے چھ اصحاب کی ایک کمیٹی تشکیل دی کہ کسی ایک کو اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ (۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۶) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو مشاورت کے لیے اس کمیٹی میں شامل تو کیا مگر وہ خلافت کے امیدوار نہیں بن سکتے۔آخر کار اتفاق رائے سے تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے۔اور صحیح بخاری میں اس کی تفصیل ہے۔①

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر جہاں بھی تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں تبدیل نہیں کیا چونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اکابر مہاجرین اور قریش پر پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ حضرات مدینہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ایک سال کے بعد پھر ضرورت کے مطابق تبادلے کیے اور مدینہ سے باہر جانے کی پابندی بھی اٹھا لی۔

①[صحیح بخاری فضائل أصحاب النبیﷺ باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان بن عفان (۳۷۰۰)]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت ۱۲ سال ہے۔خلافت کے پہلے چھ سال بڑے سکون و امن سے گزرے بہت سی فتوحات بھی ہوئیں غنیمت کی فراوانی رہی زندگی کے تمام شعبوں میں سہولت میسر آئی تجارت و زراعت میں دن رات ترقی ہوئی۔مگر آخری چھ سال افراتفری میں گزرے اور ان چھ سالوں میں امن وسکون میں خلل پڑنا شروع ہوگیا۔آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

«لا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَقْرَ بَلْ أَخَافُ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا» .

"مجھے تمہارے فقرو فاقہ سے کوئی خوف نہیں ہے بلکہ تمہاری دنیا و دولت مندی سے ڈرتا ہوں۔"

عہد صدیقیؓ میں تین گروہ تھے جنھوں نے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا۔

۱۔مدعیان نبوت ۲۔مرتدین ۳۔مانعین زکوۃ

عہد فاروقیؓ میں جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا تو بہت سے عجمی لوگ عرب علاقوں میں آ کر آباد ہو گئے حتیٰ کے مجوسی بھی انہی عجمی عناصر نے دارالخلافہ مدینہ منورہ کی فضا متاثر کی جو کہ آخر شہادت فاروقیؓ کا سبب بنی۔اسی طرح عہد عثمانیؓ میں فتوحات ہوئیں تو جب عراق فتح ہوا تو وہاں عرب قبائل ربیعہ اور مضر آباد تھے ان کا ایک حصہ فارسیوں پر مشتمل تھا۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۰ھ میں بصرہ اور ۱۸ھ میں کوفہ آباد کیا تھا تو عراق سے بھی لوگ یہاں نقل مکانی کر کے آباد ہو گئے۔اسی طرح جب فارس ایران فتح ہوا تو یہاں کے لوگ مجوسی آتش پرست تھے ان کے علاوہ ایران میں یہودی اور رومی بھی آباد تھے۔جو روم اور ایران کی لڑائیوں میں گرفتار ہوکر یہاں آئے تھے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔اسی طرح جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے باشندوں کے ساتھ یہودی اور رومی بھی رہتے تھے۔مصر چونکہ ایک قدیم تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہ چکا تھا۔جس کی تعمیر میں قدیم اہل مصر، یونانیوں اور رومیوں نے بھی حصہ لیا تھا۔

لہٰذا یہ فلسفہ مذہب کے مختلف مکاتب فکر اور شرقی و غربی افکار و نظریات کا مرکز رہ چکا تھا۔ چنانچہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذریعہ بغاوت کے اسباب میں عراق، ایران اور مصر کے لوگوں نے جو کردار ادا کیا تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں۔

اس بغاوت کی تحریک کا بانی عبداللہ بن سبا ہے چنانچہ اب مخالفین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں کھلم کھلا سامنے آ گئے اور اعتراضات شروع کر دیے۔

(۱)۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی معزولی (۲)۔ بیت المال کا بے جا تصرف (۳)۔ بعض کے وظیفے کی بندش (۴)۔ بقیع الغرقد سرکاری درگاہ قرار دینا (۵)۔ بعض کی جلا وطنی کرنا (۶)۔ ایک ہی مصحف پر متفق کرنا اور کئی اعتراضات کیے گئے جبکہ ان تمام کے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیے گئے مگر باغی مطمئن نہیں ہوئے۔

امیر المؤمنین کا باغیوں سے خطاب بھی بے اثر رہا جبکہ وہ چپ کرا دینے والا خطاب تھا۔ جبکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا ان تین صورتوں میں سے کوئی اختیار فرما لیں:۱۔ طاقت سے ان کا مقابلہ کریں ۲۔ مکان کے پچھلے دروازے سے نکل کر مکہ معظمہ چلے جائیں ۳۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام چلے جائیں۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہید ہونا قبول کر لیا مگر خونریزی کو پسند نہیں کیا۔ جمعہ کا روز تھا روزہ بھی رکھا ہوا تھا نیند کا غلبہ ہوا تو خواب میں نبی مکرم ﷺ ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے ملاقات کا تذکرہ کیا اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ جلدی کرو ہم تمہاری افطاری کے منتظر ہیں۔ چنانچہ گھر میں بیس غلام موجود تھے وہ سب آزاد کر دیے پاجامہ پہنا اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے۔ باغیوں نے چالیس روز سے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے بھی پہرہ دے رہے تھے مگر باغی دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے اور کنانہ بن بشیر نے آگے بڑھ کر پیشانی پر لوہے کی لٹھ ماری

خون نکلا زمین پر گر پڑے زبان سے «بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ» نکلا اور خون نکل کر چہرہ مبارک اور داڑھی پر بہتے ہوئے قرآن مجید پر بہنے لگا چونکہ آپ تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔

﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾.

''اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

پر پہنچ کر رک گیا۔ میت پر چونکہ باغیوں کا کنٹرول تھا تین روز تک بے گور کفن میت پڑی رہی آخر شام تک لوگوں نے مشکل حالات میں نماز جنازہ پڑھ کر بقیع الغرقد میں دفن کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اے اللہ میں تیرے حضور عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے اپنے آپ کو بری قرار دیتا ہوں۔①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا:

«عُثْمَانُ قُتِلَ مَظْلُوماً لَعَنَ اللّٰهُ قَتَلَتَهُ».

''عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ ان کے قاتلوں پر لعنت کرے۔''②

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔③

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی۔ خلیفہ ثالث کی مظلومانہ شہادت عالم اسلام کا ایک عظیم حادثہ تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مالیاتی نظام اور فوجی انتظامات برقرار رکھے۔ حج کے

---

①[البدایہ والنہایة ج/۷]

②[البدایہ والنہایة ج/۷]

③[طبقات ابن سعد ج/۳]

موقع پر ہر سال گورنروں کی کانفرنس بلاتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رفاہ عامہ کے بہت سے کام کیے۔ عہد فاروقیؓ کے مقرر کردہ وظیفوں میں اضافہ فرمایا۔ شہروں میں مقیم اور مسافروں کے لیے کئی جگہ کنوئیں تعمیر کرائے۔ اکابر قریش کو مدینہ سے باہر آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ بنجر زمین کی آبادکاری فرمائی۔ ۲۶ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد الحرام کی توسیع فرمائی اور اسی طرح ۲۹ھ میں مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر و توسیع خلافت عثمانیؓ کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلا پتھر رکھا۔ پھر دوسرا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیسرا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چوتھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«هٰؤُلَآءِ الْخُلَفَآءُ مِنْ بَعْدِيْ».

یہ اسی ترتیب سے میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

جنت البقیع کی توسیع فرمائی۔ اسی طرح عہد خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے عظیم الشان کارنامہ جمع القرآن ہے

مکارم اخلاق میں خوف الٰہی، محبت رسولؐ، اہل بیت کا احترام، شرم و حیاء، تواضع و انکساری، امانت و دیانت، صبر و تحمل، صلہ رحمی، ایثار، معاملات کی صفائی، تقویٰ و طہارت، عزیز و اقارب سے حسن سلوک، مذہبی زندگی اور عوام الناس سے خیر خواہی یہ نمایاں خوبیاں ہیں۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس فضیلتوں سے نوازا ہے:

① اسلام لانے والوں میں چوتھا نمبر۔

② رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کیا ان کی

وفات کے بعد۔

③ اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا مجھ سے نکاح کر دیا۔

④ میں زمانہ جاہلیت میں بھی شراب نوشی اور زنا کاری کا مرتکب نہیں ہوا۔

⑤ اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد ایسا کام کیا ہے۔

⑥ میں نے کبھی گانا نہیں گایا۔

⑦ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کبھی کسی برائی کی خواہش نہیں کی ہے۔

⑧ جب سے میں نے رسول اکرم ﷺ سے بیعت کی ہے کبھی اس ہاتھ کو اپنی شرمگاہ سے مس نہیں کیا۔

⑨ عہد نبوی میں جمع شدہ قرآن کے نسخے کی نقول تمام صوبوں میں بھیجی ہیں اشاعت کے لیے۔

⑩ جب سے اسلام لایا ہوں ہر جمعہ والے دن ایک غلام آزاد کیا ہے۔ اگر ایک جمعہ نہیں ہو سکا تو آئندہ کو دو غلام آزاد کیے ہیں۔①

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس، امیر المومنین ابوعبداللہ و ابوعمر القرشی، قبول اسلام میں سبقت لے جانے والوں میں سے ایک ہیں۔ اور صاحب الہجرتین، رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں ان کے عقد میں تھیں اسی لیے ذوالنورین کہلائے۔ عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں کئی بار جنت کی بشارت سنائی ہے۔ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت سنائی گئی زبان رسالت سے۔ رسول کریم ﷺ سے بہت سا علم روایت فرمایا ہے اور آپ ﷺ پر قرآن بھی پیش کرتے رہے سناتے رہے۔

① تاریخ الخلفاء ۱۲۱

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ابو عبدالرحمن اسلمی رضی اللہ عنہ اور بہت ساری مخلوق نے قرآن سنایا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک سو چھیالیس (۱۴۶) احادیث ذکر کی ہیں۔

تین حدیثوں پر تو بخاری اور مسلم کا اتفاق ہوا ہے جبکہ امام بخاری نے آٹھ اور امام مسلم نے پانچ احادیث اپنی اپنی صحیح میں ذکر کی ہیں۔ اور بہت سا علم تابعین تک پہنچایا ہے۔ اسی طرح بئر رومہ مسلمانوں کے نام لگوایا اور جیش العسرۃ تیار کیا۔ زمین خرید کر مسجد نبوی کی توسیع فرمائی حیاۃ النبی ﷺ میں اسی طرح خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھی توسیع فرمائی شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ ان کے لیے شہادت دی گئی کہ وہ ان چھ میں سے ایک ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہوئی تو آپ ﷺ ان سے راضی تھے۔ جس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''ان کی خلافت بارہ سال رہی چند روز کے علاوہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دس سال مسلسل لوگوں کے ساتھ حج کیا، ایک ہی قرأت پر قرآن پاک کو جمع کر دیا۔ اور اسی پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو جمع کر دیا۔ اور ان کے زمانہ میں بہت سی بڑی بڑی فتوحات بھی ہوئیں۔ «قُتِلَ شهيدًا مظلومًا»

ذی الحجہ ۳۵ھ نوے (۹۰) سال عمر پا کر دنیائے فانی سے روانہ ہوئے۔ إنا لِلّٰهِ و إنا إليه راجعون (۱)

---

(۱) تهذيب الاسماء واللغات للنووي ۱/۳۲۱، لأصابة في تمير الصحابه ۲

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

ان کا تعلق مکہ مکرمہ کے قریش خاندان سے تھا اور تمام عرب قریش کے اس عالی نسب کے معترف تھے چونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

«إن الله اصطفى كنانة من وُلد إسماعيل واصطفى قريشاً من كنانة واصطفى من قريش بني هاشم واصطفى بني هاشم مني». ①

''اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل (علیہ السلام) میں سے کنانہ کو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو چن لیا اور ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ بنایا گیا۔''

قریش کے قبیلہ بنی ہاشم کی حیثیت

اسلام جن اخلاق عالیہ کی دعوت دیتا ہے یہ اوصاف بنی ھاشم میں موجود ہیں۔ مہمان نوازی، غرباء مساکین کی امداد، یتیموں ضعیفوں اور بے کسوں کے ساتھ نیک برتاؤ، سخاوت، شجاعت یہ سب اچھے اوصاف اس خاندان میں تھے۔ اگر چہ اپنی قوم کے عقائد جاہلیت اور غیر اللہ کی عبادت میں شریک ہو گئے تھے۔ سردار ابو طالب کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ طالب، عقیلؓ، جعفرؓ، علیؓ۔ ام ہانی، حجانہ، ابو طالب عبد مناف/ طالب اور حجانہ ایمان لائے۔

محققین نے مختلف احادیث میں تطبیق دے کر بیان کیا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ قبول اسلام کے بعد مکہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ تیرا سال رہے ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ فرمان کے مطابق کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے

① [البداية والنهاية]

سامنے دعوت اسلام پیش کی تو آپ ﷺ کا چچا ابولہب سخت ناراض ہوا۔ دعوت میں شریک ہونے والوں کی تعداد چالیس افراد تھی۔ ان میں حضرت حمزہ، عباس، ابولہب، ابو طالب بھی شریک تھے۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ساتھ کون دے گا؟ میرا معاون و مددگار کون بنے گا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی اگرچہ عمر کے لحاظ سے بچہ ہوں آشوب چشم بھی ہے میری ٹانگیں پتلی ہیں تاہم آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔

ہجرت والی رات نبی کریم ﷺ کے بستر پر آپ ﷺ کے حکم سے سوئے۔

ہجرت کے دوسرے سال جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے تمہارا نکاح اپنے اہل بیت کے بہترین فرد سے کیا ہے۔ غزوہ بدر جس کا نام قرآن مجید میں یوم الفرقان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں بھیجا تھا۔ شوال ۳ھ غزوہ احد میں جب آپ ﷺ زخمی حالت میں گرے پڑے تھے تو حضرت علی اور طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اٹھایا تھا۔ جب غزوہ احد کے بعد ۴ھ میں بنونضیر کو ان کی بدعہدی کی وجہ سے جلا وطن کیا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے اور علم ان کے ہاتھ میں تھا۔

غزوہ خندق ۵ھ میں جب عمرو بن عبدود خندق پار کر کے آیا جو ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا تو اس کے مقابلے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تھے۔ اسی طرح غزوہ بنوقریظہ میں بھی رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے علم کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف بھیجا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے شعبان ۶ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنوسعد بن بکر کی طرف سواری دے کر بھیجا۔ ذی القعدہ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کی شرائط لکھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ غزوہ خیبر ۷ھ میں مرحب جو قلعہ کا رئیس تھا کے مقابلے کے لیے فرمایا تھا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا

جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ پیار کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیار کرتا ہے۔ صبح آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا آشوب کی صحت کے لیے آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور جھنڈا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت سے نوازا۔

جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو خط لکھا تو آپ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ عورت کے پاس خط ہے لے کر آؤ چونکہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع دی گئی تھی۔ تو اس موقع پر عورت کے انکار کرنے پر فرمایا تھا نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ خط تیرے پاس ہے نہیں نکالو گی تو میں تجھے تلاشی کے لیے ننگا کر دوں گا۔

غزوہ حنین/ فتح مکہ کے بعد بارہ ہزار کا لشکر اسلام تھا مگر جب ناگہانی مصیبت کی وجہ سے قدم ثابت نہ رہ سکے۔ مگر جو حضرات وہاں قائم رہے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

ابوخزیمہ کے سلسلہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جو غلطی ہوئی تو بعض کو قتل کر دیا گیا اور بعض کو قیدی بنایا گیا تھا اور وہ بات ہوئی کہ جب انھیں دعوت اسلام دی گئی تو انھوں نے «أسلمنا» کہنے کی بجائے «صَبَأْنَا صَبَأْنَا» کے لفظ ادا کیے ہم بے دین ہو گئے ہم بے دین ہو گئے۔ تو اس غلط فہمی کی تلافی کے لیے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تاکہ اس قبیلہ میں پہنچ کر تمام قیدی رہا کر دیں اور جتنے لوگ قتل ہوئے تھے ان کا خون بہا ادا کیا۔

غزوہ تبوک میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی دیکھ بھال اور خبر گیری کے لیے اپنی جگہ پر مقرر کیا۔ منافقین کی افواہیں سن کر آپ ﷺ سے ذکر کیا تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

«ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى» .

”کیا تم اس پر خوش نہیں کہ میرے لیے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ ①

۹ھ غزوہ تبوک کی واپسی پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور سورۃ برأت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمان جاری کیا کہ سورۃ برأت کی ابتدائی آیات لے کر جاؤ اور قربانی کے دن لوگوں کو ذی الحجہ ۱۰ھ لوگوں کو سنا دینا۔ ربیع الثانی ۹ھ میں انصار کے ایک سو پچاس آدمیوں کے ساتھ بنو طے کا قلس نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ رمضان ۱۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف اور جھنڈا نبی کریم ﷺ نے خود باندھ کر دیا اور اپنے دست مبارک سے عمامہ بھی پہنایا۔ اور فرمایا ان کے علاقے میں تین دن قیام کرو۔ جب تک وہ خود لڑائی شروع نہ کریں تم نہ کرنا۔

۱۰ھ حجۃ الوداع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک حج تھے۔ آپ ﷺ نے قربانی کے دن ۶۳ اونٹ خود نحر کیے اور ۳۷ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح و نحر کیے۔ رحلت رسول ﷺ کے بعد چھ ماہ تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت سے توقف کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تقریباً سوا دو سال مدت خلافت میں مخلصانہ تعاون رہا۔

اسلام میں ایسا شگاف پڑ گیا ہے جو قیامت تک پر نہیں کیا جا سکے گا۔ خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ میں مخلصانہ مشورے دیتے رہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ بھی لیا گیا۔ ۷ رمضان ۴۰ھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم کے ہاتھوں کوفہ میں شہید کر دیئے گئے تو اس طرح ۵۸ سال کی عمر میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

---

① [(بخاری ٣٧٠٦ مسلم ٢٤٠٤)]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

ابو الحسن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی، الہاشمی، المکی، المدنی، الکوفی، امیرالمؤمنین۔ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور ایک قول کے مطابق ...... ذریعہ میں رسول کریم ﷺ کے بھائی بنے نبی کریم ﷺ کے داماد تھے چونکہ آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ سیدۃ نساء العالمین ان کے عقد میں تھیں۔ بنی ھاشم کے پہلے خلیفہ ہیں اوران خوش نصیبوں میں ہیں جن کورسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ اورشوریٰ کے ان چھ ممبروں میں سے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہوئی تو آپ ﷺ ان سے راضی تھے۔ قبول اسلام میں سبقت لے جانے والوں میں ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ خلفاء الراشدین سے ہیں۔ «و أحد العلماء الربانيين والشجعان المشهورين و الزُّهَّاد المذكورين» ہجرت کے موقع پرآپ ﷺ نے انھیں مکہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تاکہ وہ امانتیں اورآپ ﷺ کی سپرد داری میں جو کچھ تھا وہ لوگوں تک پہنچا کر مدینہ منورہ آ جائیں۔ تو انھوں نے ایسا ہی کیا اور پھرآپ ﷺ سے ہجرت کر کے جا ملے۔

تبوک کے علاوہ تمام غزوات و مشاہد میں شریک ہوئے۔ تبوک کے موقع پر چونکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ اورتمام غزوات میں ان کی بہادری اور جوانمردی کے دلائل وشواہد ملتے ہیں۔ اکثر جگھوں پر ان کو نبی کریم ﷺ نے علم سونپا۔ اور وہ معروف ونمایاں اہل علم میں سے تھے۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) احادیث روایت کی ہیں۔ بیس (۲۰) پر بخاری اورمسلم کا اتفاق ہے۔ بخاری میں نو (۹) اورمسلم میں پندرہ (۱۵) احادیث مروی ہیں۔ ان فضائل میں سے ایک اہم اورعظیم ترین بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«أنه يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ».

ان کے شرف کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ پانچ سال خلیفۃ المسلمین رہے ۳۵ھ میں ان سے خلافت کی بیعت کی گئی۔ خوارج سے جنگی حالات میں ان کی ثابت قدمی معروف ہے۔ ان کو عبدالرحمن بن ملجم نے ۷ رمضان جمعہ کی رات ۴۰ھ کو زہر آلود تلوار سے «عُدواناً و ظُلماً» شہید کر دیا۔ اور نو (۹) رمضان کو فوت ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور کوفہ میں دفن کیے گئے۔

امت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر نصیب فرمائے۔ «آمین یا رب العالمین» واللہ أعلم بالصواب①

---

①[تهذيب أسمآء للنووى(۱/۳٤٤) سيرت الخلفاء الراشدين، لأصابة في تميز الصحابة (۲/۵۰۷)]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان القریشی التیمی رضی اللہ عنہ

ابو محمد کنیت ہے اور ان دس خوش نصیبوں میں ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی۔ قبول اسلام میں سبقت لے جانے والوں میں آٹھویں اور ان پانچ میں شمار ہوتا ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اور ان چھ حضرات میں سے ہیں جن پر رسول کریم ﷺ راضی تھے جب آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے۔ «وھو من المهاجرين الاولين» میں سے ہیں۔ اور غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے چونکہ یہ ملک شام تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اجر اور غنیمت کا حصہ اس طرح مقرر کیا جس طرح کہ وہ غزوہ بدر میں موجود تھے۔

غزوہ احد میں شامل ہوئے اور اس میں بہت اچھے آزمائے گئے «وَ وَقَی النَّبِیَّ ﷺ بِنَفْسِهٖ» اپنی ذات سے نبی پاک ﷺ کی حفاظت و دفاع کرتے رہے اور اپنے ہاتھ سے تیر روکتے رہے حتیٰ کہ انگلیاں شل ہو گئیں اس کے بعد تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوتے رہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اڑتیس (۳۸) احادیث روایت کی ہیں بخاری مسلم نے صرف دو حدیثوں پر اتفاق کیا ہے۔ جبکہ بخاری میں دو اور مسلم میں تین حدیثیں ہیں۔

جنگ جمل میں شہید ہوئے ۱۰ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ عمر ۶۳ سال پائی۔ ①

ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت پر رسول کریم ﷺ سے ملتا ہے چونکہ مرہ بن کعب نبی کریم ﷺ کے اجداد میں سے ہیں۔

بعثت نبوی ﷺ سے ۲۰، ۲۵ قبل سال پیدا ہوئے اور شروع سے تجارتی مشاغل میں مصروف رہے۔ مکہ مکرمہ میں ان کی مواخات رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کر دی تھی اور ہجرت مدینہ کے بعد ان کی مواخات حضرت سعید بن

① [الإصابة في تمييز الصحابة ۲/۲۲۹]

زید رضی اللہ عنہ سے قائم کی۔①

مؤرخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے مال غنیمت میں آٹھ آدمیوں کو حصہ دیا تھا جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔②

کفار کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی طرف آتے تیر ہاتھوں سے روکتے تھے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شل، بے کار ہوگیا۔ غزوہ تبوک میں کافی بڑی رقم پیش کی اور زبان رسالت سے فیاض کا لقب پایا۔ ۱۰ھ میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ میں مجلس شوریٰ کے اہم رکن رہے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ میں ہے) کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی کوشش اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی تائید سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر افسوس سے کہنے لگے اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے ......اور شہید کرنے والوں کو اللہ ہلاک کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ کی شہادت کی خبر سن کر فرمایا اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ کاش میں آج سے بیس سال قبل دنیا سے انتقال کر گیا ہوتا۔

(فتح الباری کی جلد ۸ میں) جان کے ساتھ ساتھ وہ مال بھی راہ الٰہی میں بے دریغ خرچ کرتے تھے آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا بھی فرمائی جو حقیقی طور پر اس کے مستحق ٹھہرے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی کہ غزوات کے مصارف کے لیے اپنا مال راہ خدا میں دیا کریں گے اس نذر کو انھوں نے اس پابندی کے ساتھ پوری

---

①[فتح الباری ۷/ ۲۱۰]

②[صحیح بخاری]

کرنے کی کوشش کی کہ خاص قرآن مجید میں ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

[مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا] [۲۳:۳۳]

'مومنوں میں سے ایسے لوگ ہیں جنھوں نے جو عہد اللہ کے ساتھ کیا تھا اسے سچا کر دکھایا اور بعض اپنے وعدے کے منتظر ہیں۔''

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا طلحہ رضی اللہ عنہ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جنھوں نے اپنی نذر پوری کی۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان کے رسول اللہ ﷺ سے کئی رشتے تھے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے اس لیے یہ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

(۲) آپ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد کے بیٹے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پھوپھا تھے۔

(۳) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ہم زلف تھے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی الاسدی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت سے اٹھائیس (۲۸) سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ان کی تربیت ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی۔ ان کی عمر آٹھ سال تھی جب رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت کیا تھا۔ آپ پانچویں یا چھٹے مسلمان تھے۔ ان کا سابقون أولون میں نمایاں مقام تھا۔①

اور اسد الغابہ ۲/۲۵ میں ہے ایک بار خبر پھیل گئی کہ کفار نے نبی پاک ﷺ کو گرفتار کرلیا ہے تو یہ سن کر بارہ سال کی عمر میں تلوار برہنہ کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے پوچھا زبیر کیا بات ہے تو انھوں نے جب ساری بات سنائی تو آپ ﷺ نے دعا بھی دی اور فرمایا: یہ پہلی تلوار تھی جو اللہ کی راہ میں جانثاری کے جذبہ سے ایک بچے کے ہاتھوں نیام سے باہر ہوئی۔ قبول اسلام کے بعد مشرکین مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہیں ان کا چچا نوفل بھی ان کو سخت سزائیں دیتا رہا۔ تو

① [مستدرک حاکم ۳/ ۳۲۰]

آپ ﷺ نے انھیں ہجرت حبشہ کیا حکم دے دیا اور فرمایا:

«هِيَ أَرْضُ صِدْقٍ».

''وہ صدق اور راستی کی زمین ہے۔''

مکہ مکرمہ میں مواخات کا سلسلہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے اور دوسری روایت کے مطابق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تھا۔ لیکن مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی مواخات حضرت سلامہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے ساتھ قائم کی۔ جو مدینہ کے ایک معزز بزرگ اور بیعت عقبہ کے شرکاء میں سے تھے۔①

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے لے کر غزوہ تبوک تک تمام غزوات میں شریک رہے اور بہادری وشجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ غزوہ بدر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، زبیر، اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ ہر روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ کبھی ۹ اور کبھی دس کرتے ہیں یہ تھا جواب۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا معلوم ہوا کہ ان کی تعداد ہزار سے ۹ سو تک کے درمیان ہے۔

غزوہ میں جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مد مقابل کافر کو نیزہ مارا تھا وہ دوسری طرف نکل گیا اور بڑی مشکل سے اس کی لاش پر بیٹھ کر نکالا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور یادگار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس نیزے کو لے لیا۔ اس کے بعد یہ نیزہ خلفاء میں منتقل ہوتا رہا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ان کا سامان حملہ آور فوج نے ضبط کر لیا۔ اس سامان میں یہ تلوار بھی تھی۔ عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

① [سیرت ابن هشام ۱/ ٥٠٤]

کے بھائی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اس تلوار کو پہچان لوگے تو انھوں نے جواب دیا ہاں غزوہ بدر میں اس پر دندانے پڑ گئے تھے یہ اس کی شناخت ہے۔ پھر عبدالملک نے تلوار عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس تلوار کی قیمت تین ہزار تک لگائی گئی لیکن ہم نے اس کو فروخت نہیں کیا۔ بعد میں خاندان کے کسی شخص نے فروخت کر دیا جس کا ہمیں بہت افسوس ہوا۔①

غزوہ احد ۳ھ میں ہوا اس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ تیر اندازوں کی بے احتیاطی سے جب فتح شکست میں بدل گئی تو آپ ﷺ کے ارد گرد صرف چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے تھے ان میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

۵ھ میں غزوہ خندق ہوا چھ روز تک مسلسل خندق کھودی جاتی رہی۔ تو اس موقع پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس حصہ پر مامور تھے جہاں عورتیں تھیں۔ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا مگر انھوں نے قریش مکہ کے لشکر دیکھ کر یقین کر لیا کہ آج مسلمان شکست کھا جائیں گے تو انھوں نے معاہدہ توڑ دیا۔ چنانچہ یہ خبر لانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے تین بار پوچھا کون خبر لائے گا تو ہر بار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں خبر لاؤں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا تھا:

«لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَ حَوَارِيُّ الزُّبَيْرُ» .

”ہر نبی کے لیے ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔“②

ایک بار آپ ﷺ نے ان کی بہادری سے متاثر ہو کر فرمایا تھا:

«فِدَاكَ أَبِيْ وَ أُمِّيْ» .

میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔③

---

① [صحیح بخاری، کتاب المغازی (۳۹۷۳)]

② [صحیح بخاری، کتاب المغازی ۴۱۱۳]

③ [مسند احمد بن حنبل ۱/ ۱٦٤]

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان پر راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہوا ہے۔

غزوہ خیبر میں بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ جب قلعہ ناعم کی فتح میں مرحب یہودی قتل ہوا تو اس کا بھائی یاسر نامی غضب ناک ہو کر مقابلہ بازی کے لیے نعرے مارتا ہوا میدان میں آیا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میرا لخت جگر آج جام شہادت نوش کرے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ زبیر رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرے گا تھوڑی دیر بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کافر کو قتل کرتے ہوئے جہنم رسید کر دیا۔①

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کے لکھے ہوئے خط کو لانے کے لیے جب رسول پاک ﷺ نے بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ فتح مکہ رمضان ۸ھ کو رسول پاک ﷺ نے دس ہزار مجاہدین اسلام کے ساتھ روانگی فرمائی تو ان کے کئی دستے بنائے۔ سب سے چھوٹا اور آخری دستہ وہ تھا جس میں بذات خود نبی مکرم ﷺ موجود تھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس دستہ کے علمبردار تھے۔ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک جھنڈا عطا فرمایا جبکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دو جھنڈے عطا فرمائے۔②

پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں دو جھنڈوں کے ساتھ داخل ہوئے۔

غزوہ حنین میں کفار مجاہدین اسلام کی نقل و حرکت کمین گاہوں میں بیٹھ کر دیکھ رہے تھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک شخص با آواز بلند لات و منات کی قسم اٹھا کر کہتا ہے یہ طویل القامت شخص یقیناً زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ جوں ہی

① [سیرت ابن ھشام ۲/ ۱۸۲]

② [سیرة أعلام النبلاء ۱/ ۵۱]

یہ جملہ ختم ہوا تو ایک جماعت نے اچانک حملہ کر دیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بہادری اور پھرتی کے ساتھ حملہ روکا اور اتنی شجاعت و بہادری سے لڑے کہ یہ گھاٹی کفار سے خالی ہو گئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حنین کے بعد طائف اور تبوک میں بھی شریک ہوئے۔

۱۰ھ میں حجۃ الوداع ہوا اس سفر سعادت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ بدر اور یرموک کی لڑائیوں میں جسم پر جو نشان پڑے ہوئے تھے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے گڑھوں میں ہم انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔①

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں شہید ہوئے ان کو ابن جرموز نے نماز کی حالت میں شہید کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن صفیہ رضی اللہ عنہا کے قاتل تجھے جہنم کی بشارت ہو۔②

دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے اے اعرابی اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

«إِنَّ قَاتِلَ الزُّبَيْرِ فِي النَّارِ».

”بے شک زبیر کا قاتل جہنم میں ہے۔“

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ۶۴ برس کی عمر میں ۳۶ھ کو شہادت پائی اور وادی السباع میں سپرد خاک کیے گئے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حالات پر ایک نظر

زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام بن خویلد بن اُسد نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسبت میں قُصی

① [صحیح بخاری، کتاب المغازی ۳۹۷۵]

② [مسند أحمد بن حنبل ۸۹/۱]

تک جا ملتے ہیں۔ ان کی والدہ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی ہیں جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر پندرہ سولہ اور اس سے کم تھی۔ بعض روایات کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تھوڑی دیر بعد اسلام لائے تھے۔ اور ان دس خوش نصیبوں میں ہیں جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی تھی۔ اور شوریٰ کے ان چھ اشخاص میں سے تھے جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہوئی تو آپ ﷺ ان پر راضی تھے۔ اور سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار سونتنے والے ہیں۔

«وَكَانَ أَوَّلُ مَنْ سَلَّ سَيْفاً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ».

غزوہ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شامل ہوتے رہے اسی طرح یرموک اور مصر کی فتح میں شامل ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے تین نشان تھے ان کا بیٹا عبداللہ ان میں انگلیاں (ہاتھ) داخل کرتا تھا۔ دو نشان غزوہ بدر میں اور ایک نشان یرموک میں لگا تھا۔①

﴿وَ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ﴾.

یوم احد اور احزاب کے دن آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ میرے پاس قوم کی خبر کون لائے گا:

«مَن يَأْتِينِى بِخَبَرِ الْقَوْمِ».

تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا کہ میں لاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

«إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَ حَوَارِيُّ الزُّبَيْرُ رضی اللہ عنہ».

امام النووی رحمہ اللہ نے ان کے مناقب میں لکھا ہے کہ ان کے ایک ہزار غلام تھے جو انھیں خراج دیتے تو وہ اسی مجلس میں صدقہ کر دیتے اور ایک بھی درہم اپنے ساتھ نہ

---

① [البخاری (۳۸۲۱)]

لے جاتے۔ اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ عثمان، المقداد، ابن مسعود، ابن عوف، مطیع بن الاسود، اور ابو العاص رضی اللہ عنہم انھوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نام وصیت کر رکھی تھی کہ وہ ان کے مال کی حفاظت و نگرانی فرماتے اور پھر ان کی اولادوں پر خرچ کرتے صحیح بخاری میں ان کے قرض ادا کرنے کا قصہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے جو کہ ان کے ترکہ میں برکت پڑی۔①

بعض باغیوں نے انھیں ظلماً قتل کر دیا اس وقت ان کی عمر ٦٦، ٦٧ سال تھی ٣٦ھ میں۔

① صحیح بخاری، في کتاب الخمس، باب برکة الغازي في ماله حیاً و میتاً (٣١٢٩)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ «السابقون الأولون» ان دس میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

نام عبدالرحمن کنیت ابو محمد اور سلسلہ نسب عبدالرحمن بن عوف بن عبد مناف بن عبد حارث بن زیدہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الزہری۔ قبیلہ زہری سے تعلق تھا۔ اعلان نبوت کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت، سعی و کوشش سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کے کہنے پر ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ پھر حبشہ سے واپس آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے رسول پاک ﷺ نے ان کی مواخات قائم فرمائی جو کی مدینہ میں سب سے زیادہ مال دار تھے۔ انھوں نے کہا میں اپنا نصف مال تمھیں بانٹ دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں ان کو دیکھ کر ایک پسند کر لو۔ میں اسے طلاق دے دوں گا عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کر لینا۔ جواب میں عرض کیا بھائی اللہ تعالیٰ آپ کے اہل وعیال اور مال میں برکت عطا فرمائے آپ صرف مجھے بازار کا رستہ بتا دیں۔

تجارت میں اللہ تعالیٰ نے برکت فرمائی اور کچھ وقت کے بعد ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا اور ایک کھجور کی گھٹلی کے برابر سونا حق مہر مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات بدر سے تبوک تک شرکت فرمائی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک کار تھے۔ فرماتے ہیں میرے پاس حضرت معاذ اور معوذ دو نوجوان آئے ان کی والدہ عفراء اور باپ کا نام حارث تھا۔ مگر یہ دونوں ماں کے نام سے مشہور تھے یعنی ان کو ابن عفراء کہا جاتا تھا۔

غزوہ اُحد میں شدید زخمی ہو گئے تھے صحت کے بعد بھی لنگڑا کر چلتے تھے۔ دومۃ الجندل کی مہم شعبان ٦ھ کو ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف کو روانگی کے وقت آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور پیچھے شملہ چھوڑا اور ہاتھ میں علم دے کر روانہ کیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کے رستے میں روانہ ہو جاؤ جو لوگ نافرمانی اور عصیان میں مبتلا ہیں ان سے جا کر جہاد کرو بچوں اور عورتوں کو نہیں مارنا۔ دومۃ الجندل پہنچ کر قبیلہ کلب کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اسلام کی دعوت قبول کر لیں تو ان کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کر لینا یہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے بڑا اعزاز تھا۔

وہاں پہنچ کر تین روز تک انھیں اسلام کی دعوت دی فریضہ تبلیغ ادا کیا کافی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے کچھ لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ قبیلہ کلب کے سردار اُصبغ بن عمرو الکلبی جو مذہباً عیسائی تھا اس نے اسلام قبول کر لیا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس کی بیٹی جس کا نام تماضر تھا نکاح کر لیا اور اس کو مدینہ اپنے ساتھ لے آئے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اسی کے بطن سے پیدا ہوئے۔①

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فتح مکہ کی فوج کشی میں بھی شریک تھے۔

فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع تک تمام مہمات میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ میں تیسرے نمبر پر بیعت کرنے والوں میں تھے۔ خلافت صدیقؓ میں مجلس شوریٰ کے رکن خاص تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک مخلص اور صائب الرائے مشیر بھی تھے۔ اسی طرح عہد فاروقؓ میں مجلس شوریٰ قائم کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ عراق اور دوسرے علاقوں کی فوج کشی کے لیے حضرت علی، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما ہی تھے جنھوں نے مخالفت کی تھی کہ امیر المؤمنین مدینہ میں ہی قیام فرما رہیں اور سپہ سالار بھیجا کریں یعنی بذات

① [طبقات ابن سعد ٣/ ٦٤]

خود باہر قیادت لشکر کے لیے نہ نکلا کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت نعمان بن مقرون رضی اللہ عنہ کو فوجوں کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس انتخاب کو پسند فرمایا۔

۲۸ ذی الحجہ ۲۳ھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس سے وہ یکم محرم ۲۴ھ کو انتقال فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چھ آدمی مقرر فرمائے اور فرمایا کہ تین دن میں ان چھ آدمیوں میں سے اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب کر لینا۔ ان میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپس میں مشاورت میں جب بات آگے بڑھی تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنا حق واپس لے لیا اور معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان رہ گیا اور ان سے فرمایا تم دونوں میں سے جو احکام الٰہی اور سنت نبویؐ اور طریقہ شیخین رضی اللہ عنہما کی پابندی کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی یہ بات سن کر دونوں بزرگ خاموش رہے مگر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی کوشش و محنت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ منتخب ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش تجارت تھی۔ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔

مسند احمد بن حنبل (۶/ ۱۱۵) میں ہے ایک بار پورا قافلہ مع اسباب و سامان بلکہ اونٹ اور کجاوہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔ فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخری لمحہ حیات تک جاری رہا۔ علامہ حافظ ذہبی نے (سیر الأعلام النبلاء ۱/ ۹۰) میں لکھا ہے کہ انتقال کے وقت پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں وقف کیے۔ اور جتنے بدری صحابی زندہ تھے ان کو چار چار سو دینار دینے کی وصیت فرمائی (جبکہ اس وقت ایک سو صحابی حیات تھے) آپ رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو جائیداد میں سے آٹھواں حصہ اسی اسی ہزار دینار ملے تھے۔ اسی طرح

ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تیس ہزار بکریاں چھوڑیں۔ ①

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایک باغ کی وصیت فرمائی جو چار لاکھ میں فروخت ہوا۔ ②

جس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے اس سال امارت حج کی خدمت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ ③

بیعت رضوان میں شامل تھے یہ وہ فضیلت ہے جس میں اللہ نے جنت کا سرٹیفکیٹ دیا ہے۔ ④

پھر ایک اور فضیلت اللہ نے انھیں یہ عطا فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی امامت میں فجر کی نماز پڑھی۔ ⑤

ایک بار نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خیار المسلمین کے لقب سے یاد کیا۔ ⑥

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

حضرت عبدالرحمن بن عوف بن عبد مناف بن الحارث القرشي الصحابي الجليل ان دس میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی اور ان آٹھ میں سے ہیں جنھوں نے اسلام میں سبقت فرمائی۔ اور ان چھ میں سے ہیں جن کی مجلس مشاورت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لیے وصیت فرمائی تھی۔ اور ان میں سے ہیں جن سے رسول اکرم ﷺ رحلت کے وقت بھی راضی تھے۔ اور ان پانچ میں سے ہیں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور مہاجرین اولین میں

① [اسد الغابة (۳/۳۱۷)]
② [مستدرك حاكم (۲/۱۱۳)]
③ [الاصابة ٤/١٧٧]
④ [سورة الفتح]
⑤ [صحيحين و سنن اربعة]
⑥ [تاريخ كبير (۱/۹۱)]

سے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر بھی ہوتے رہے اور انھیں نبی کریم ﷺ نے دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔

اور غزوہ تبوک میں رسول اکرم ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے صلاۃ الفجر کی دوسری رکعت ان کی امامت میں پڑھی، ادا کی۔ ①

اور غزوہ اُحد میں انھیں اکیس (۲۱) زخم آئے اور ان کا پاؤں اس طرح زخمی ہوا کہ اس میں لنگڑا پن رہا۔ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نصف مال چار ہزار خرچ کیا پھر چالیس ہزار خرچ کیے پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کی راہ میں صدقہ کیے پھر پانچ سو سواریاں۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایک باغ وقف کیا جو چار لاکھ میں فروخت ہوا اور پچاس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وصیت فرمائی۔ اور یہ بھی وصیت فرمائی جو اصحاب بدر میں سے زندہ ہیں ہر ایک کے لیے چار ہزار دینار اور وہ ایک سو کی تعداد میں تھے۔

اور اللہ کی راہ میں ایک سو گھوڑے کی وصیت فرمائی اور سونے کی صورت میں بہت سارا مال چھوڑا جس نے کاٹنے والوں کے ہاتھوں کو زخمی کر دیا (جو تقسیم کرنے کے لیے توڑ رہے تھے) ایک ہزار اونٹ، سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔ اور چار بیویاں تھیں جن کو آٹھواں حصہ ملنا تھا جو کہ ہر ایک کو اسی اسی ہزار دینار آیا تھا۔

اسی لیے امام ذہبی نے فرمایا تھا:

«هٰذَا هُوَ الْغَنِيُّ الشَّاكِرُ وَ أُوَيْسٌ فَقِيْرٌ صَابِرٌ وَ أَبُو ذَرٍّ وَ أَبُو عُبَيْدَةَ زَاهِدٌ عَفِيْفٌ».

---

① [صحیح مسلم (۷۱)]

رسول اللہ ﷺ سے بہت سا علم روایت کیا ہے جو ۶۵ احادیث ہیں۔ بخاری اور مسلم نے دو حدیثوں پر اتفاق کیا ہے اور بخاری میں پانچ احادیث ہیں ۲۳ھ میں ۳۱ سال کی عمر میں فوت ہوئے چونکہ وہ عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ ۷۲، ۷۸ سال بھی عمر بتائی جاتی ہے اور بقیع الغرقد میں دفن کیے گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں جن کو دنیا ہی میں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی السابقون الأولون میں سے ہیں۔ اور ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی ایک ہیں جن کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جانشین کے لیے نامزد کیا تھا۔ کنیت ابو اسحاق اور والد کا نام مالک اور کنیت ابو وقاص تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہرہ بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔ والدہ کا نام حمنہ بنت امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔①

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جب اسلام قبول فرمایا تو ان کی عمر انیس (۱۹) سال تھی اور اعلان نبوت کے بعد پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ ان کے اظہاراور ایمان کے بعد ان کی والدہ سخت ناراض اور مخالف ہوگئیں بلکہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ آخر کار حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا تیری کئی جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے نکل جائیں میں اسلام و ایمان نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر والدہ نے کھانا پینا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی استقامت فی الدین اتنی پسند آئی کہ تمام مسلمانوں کے لیے معصیت الٰہی میں والدین کی عدم اطاعت کا ایک قانون بنا دیا۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

[۲۹:۸]

”ہم نے انسانوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی ہے ہاں اگر وہ کوشش کریں کہ آپ میرے ساتھ شریک بنالیں جس کا

① [طبقات ابن سعد ۱۷/۳]

آپ کو علم نہیں تو پھر ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کا لوٹنا میری طرف ہے۔"

مسند احمد کی حدیث ہے:

«لا طاعَةَ لأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ» .

"اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔"

قبول اسلام کے بعد مکہ میں مقیم رہے مگر کفار کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے مکہ سے باہر پہاڑوں اور ویرانوں میں چلے جاتے اسی طرح ایک روز اپنے مسلمان ساتھی کے ساتھ کسی گھاٹی میں مصروف عبادت تھے۔ تو ایک کفار کی ٹولی آگئی اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے لگی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جوش ایمان میں ایک ہڈی اٹھا کر اتنے زور سے ماری کہ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا۔

(اسد الغابہ ۲/۲۹۱) میں ہے کہ یہ پہلی خونریزی تھی جو اسلام کی حمایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ ہجرت حبشہ کے بعد رسول مقبول ﷺ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر لی اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے گھر آ گئے۔ ①

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تقریباً تمام غزوات میں شرکت کی اور ہر غزوہ میں ہی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ فرماتے ہیں میں نے غزوہ بدر میں سعید بن العاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار مجھے پسند آ گئی تھی پہلے میرے سوال کرنے پر نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ تلوار نہیں دی تھی مگر سورۃ الانفال کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے وہ تلوار مجھے عطا فرما دی اور اس غزوہ میں میرے بھائی عمیر بن العاص رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ غزوہ اُحد میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تیر اندازی کے اتنے جوہر دکھائے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیتے جاتے اور فرماتے تھے:

① [طبقات ابن سعد ۳/۹۹]

«يَا سَعْدُ إِرْمِ فِدَاكَ أُمِّيْ وَ أَبِيْ» .

''اے سعد تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔'' ①

غزوہ اُحد میں ایک مشرک نے اپنے تیز اور سخت حملوں سے مسلمانوں کو پریشان کرر کھا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کونشانہ بنانے کا سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد کے لیے بڑی صفائی کے ساتھ اس کی پیشانی پر تیر مارا وہ مشرک برہنہ ہوکر گر گیا آپ ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تیراندازی اور اس مشرک کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک بھی نظر آنے لگے۔ ②

اسی طرح طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق میں تیر مارا وہ بھی واصل جہنم ہوا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں بھی شریک تھے۔ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ مگر مکہ مکرمہ پہنچ کر سخت علیل ہو گئے جب آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میری صرف ایک بیٹی ہے اس کے علاوہ کوئی وارث نہیں لہٰذا میں سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وصیت کر جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر نصف اور پھر ثلث ۱/۳ تیسرا حصہ کی وصیت کر جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی زیادہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے وارثوں کو مالدار اور تونگر چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال نہ پھیلاتے پھریں۔ تم جو بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے اس کا اجر ملے گا حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو اس کا بھی اجر و ثواب ملے گا۔ ③

عرض کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس سرزمین میں نہ مر جاؤں جس سے میں نے اللہ کے لیے ہجرت کی تھی تو آپ ﷺ نے تشفی دیتے ہوئے ان کے قلب پر

---

① [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ احد عن سعد(٤٠٥٩)]

② [صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب مناقب سعد ٢٤١٢، ٦٢٣٧]

③ [صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ ١٦٢٨]

اپنا دست مبارک رکھ کر تین بار فرمایا:

«اللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا» .

''اے اللہ سعد کو شفا عطا فرما۔''

پھر فرمایا: اے سعد رضی اللہ عنہ تم اس وقت تک اس دنیا فانی سے کوچ نہیں کرو گے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ جائے۔①

خلافت عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ میں مکمل ساتھ دیتے رہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجویز سے عراق پر فوج کشی کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اور تیس (۳۰) ہزار مجاہدین اسلام کے سپہ سالار بنائے گئے۔

ایک بار حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ۱۴ اشخاص کا ایک وفد مدین روانہ کیا تاکہ شاہ ایران کو جزیہ یا اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ مگر انھوں نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ بلکہ انھوں نے مٹی کی بوری دے کر کہا تمھیں یہ ملے گی۔ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بھی اس وفد میں شامل تھے۔ انھوں نے اپنی چادروں سے اس مٹی کی بوری کو لپیٹ لیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا مبارک ہو آپ کو کہ دشمن نے خود ہی اپنی زمین ہمارے حوالے کر دی ہے۔

جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں رستم شاہ ایران اپنی فوجیں لے کر قادسیہ کے میدان میں پہنچ گیا۔ اس جنگ میں کمان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خود کر رہے تھے۔ دوسرے دن جب شام سے امدادی فوجیں بھی پہنچ گئیں تو مجاہدین میں اور جوش و خروش پیدا ہوگیا۔ ابو محسن ثقفی کو قید کیا ہوا تھا جو کہ بڑے جوش اور ولولہ سے لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سے مشروط رہائی پر نکلے اور

① [مسند احمد بن حنبل ۱۷۹/۱]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گھوڑا لے گئے (اور میدان جنگ میں کود گئے) چونکہ انھوں نے درخواست کی تھی کہ اگر زندہ بچ کر آیا تو بیڑیاں خود پہن لوں گا۔

اب یہ اپنی بہادری اور شجاعت سے لوگوں کو حیران کر رہے تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بذات خود حیران تھے کہ یہ گھوڑا میرا ہے اور اس پر سوار کون شخص ہے شام کو جب جنگ ختم ہوئی تو ابو محسن ثقفی نے خود آ کر بیڑیاں پہن لیں۔ اب یہ تمام حالات حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے بیان کیے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ایسے اسلام کے فدائی کو سزا میں نہیں رکھ سکتا اور اسی وقت رہا کر دیا۔ ابو محسن ثقفی پر اس قدر دانی کا اثر ہوا کہ اس نے شراب نوشی سے آئندہ کے لیے توبہ کر لی۔ تیسرے دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہاتھیوں کو مارنے کا فرمان جاری کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ عِرق النِسآء کے مرض میں مبتلا تھے تو ادھر قصر میں بیٹھ کر ہی فوج کی قیادت کر رہے تھے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے جنگ قادسیہ میں فتح نصیب فرمائی۔

پھر دو ماہ بعد عراق کو زیر نگین کرنے کا ارادہ فرمایا اور دربار خلافت سے اجازت طلب کی۔ ایرانی چونکہ بابل میں پناہ گزیں تھے پیش قدمی دیکھ کر اہل بابل نے صلح کر لی اور لڑائی کے بغیر بابل مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ پھر کُوثٰی کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں کے رئیس کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ یہ ایک تارخی جگہ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا اور قید خانہ بھی موجود تھا۔ وہاں پہنچ کر درود شریف پڑھا اور یہ آیت پڑھی ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ پھر ہیرہ شیر کا دو ماہ تک محاصرہ رہا۔ ایرانی فوجوں نے میدان چھوڑ دیا اور بھاگ نکلیں اور شہر والوں نے صلح کا اعلان کر دیا۔

پھر ہیرہ شیر (شہر کا نام) شہر سے اسلامی افواج نے مدائن کا رخ کیا۔ مدائن عراق عرب کا پایہ تخت تھا اور درمیان میں دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے دجلہ

کے پل توڑ دیے تھے تاکہ اسلامی فوجیں شہر میں داخل نہ ہو سکیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگ شاہ ایران نے اپنا خزانہ مدائن منتقل کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجی افسروں کو اکھٹا کر کے فرمایا دشمن نے دریا کو سپر بنایا ہے کہ تم اس سے گزر کر اس کی طرف نہیں جا سکتے لیکن وہ جب چاہے کشتیوں میں بیٹھ کر تمہاری طرف آ سکتا ہے اور تم پر حملہ آور ہو سکتا ہے تمہاری پشت پر کوئی خطرہ نہیں ہے لہٰذا دریا کو عبور کر کے ان تک ضرور پہنچنا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر اسلامی فوج میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ اور فرمایا کہ کون شخص ہے جو اپنا گھوڑا دریا میں ڈالتا ہے چنانچہ حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا سب سے پہلے میں اپنا گھوڑا دریا میں ڈالتا ہوں انھیں دیکھ کو ۶۰۰ مجاہدین اسلام بھی میدان میں آگئے چنانچہ ان مجاہدین نے دوسرے ساتھیوں سے کہا:

﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ﴾

''بغیر اللہ کے حکم سے کوئی جاندار نہیں مر سکتا مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے۔''

یہ وہ منظر تھا علامہ اقبال نے کہا تھا:

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اہل ایران نے جب یہ منظر دیکھا تو ''دیو آمدند'' کہتے ہو بھاگے ''پاگل آگئے پاگل آگئے'' مگر ایرانی سپہ سالار نے کچھ دیر مزاحمت کی لیکن مجاہدین اسلام نے ان سب کو ختم کر دیا اور مدائن پہنچ کر شاہی محلات پر قبضہ کر لیا۔ یزدگرد شاہ ایران پہلے ہی فرار ہو گیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب کسریٰ کے محل میں داخل ہوئے تو اس کے عجائب اور نوادرات کا جائزہ لیتے ہوئے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

﴿ كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ﴾ [٤٤ : ٢٤ تا ٢٩]

''اور وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور راحت بخش ٹھکانے اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے (اس طرح ہو گیا) اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنایا ان پر نہ آسمان و زمین روئے اور نہ انھیں مہلت دی گئی۔''

اس روز جمعہ تھا کسریٰ کے ایوان میں مدائن کی سرزمین پر پہلی بار نماز جمعہ کے لیے اللہ کی تکبیر اذان بلند ہوئی۔ اور اس قصر ابیض کے در و دیوار نے گواہی دی۔ «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ» مدائن کی فتح میں بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کا خمس پانچواں حصہ علیحدہ کیا اور باقی ۶۰ ہزار مجاہدین میں تقسیم کیا اور ہر مجاہد کے حصے ۱۲،۱۲ بارہ بارہ ہزار آئے۔

اور مدائن کی فتح کے بعد تمام عراق عرب پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ اب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری کا زمانہ ختم ہو گیا اور اب وہ مدائن کے گورنر کی حیثیت سے نظم و نسق میں مصروف ہو گئے۔ عہد فاروقیؓ میں ان کو گورنری سے معزول اس لیے کیا کہ ان کے خلاف چند بنیادی اعتراضات تھے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے گورنری سے معزول نہیں کیا۔ عہد عثمان رضی اللہ عنہ اور عہد علی رضی اللہ عنہ میں باقاعدہ بیعت کرتے ہے مگر ملکی حالات و معاملات میں بے دخل رہے۔ نیز فرمان ہے مجھے ایسی تلوار بتاؤ جو مسلم اور کافر میں امتیاز رکھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے دس میل دور مقام عقیق میں اپنا مکان تعمیر

کر لیا تھا اور گوشہ نشینی کی زندگی اس مکان میں گزاری آخری عمر میں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی۔

آخر ۱۰۰ھ میں ۸۲ سال کی عمر میں عقیق میں ہی رحلت فرمائی۔ ان کی میت مدینہ میں لائی گئی اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز جنازہ ادا کی گئی امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے بھی ان کی نماز جنازہ پڑھی اور بقیع الغرقد میں دفن کیے گئے۔ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سب سے آخری صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے وہ عظیم الشان کارنامے سرانجام دیے جن پر آج تک فخر و مباحات کے ساتھ لوگ رطب اللسان رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا کی تھی اور اس دعا کی برکت سے جو دعا بھی مانگتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ سَعْدًا إِذَا دَعَاكَ» .

''اے اللہ سعد جب تجھ سے دعا کرے اس کی دعا قبول فرمانا۔''①

(مہاجرین الاولین ۱/۴۶) میں لکھا ہوا ہے کہ رحلت کے وقت تک ان کے سترہ بیٹے اور سترہ ہی بیٹیاں تھیں۔ (واللہ أعلم بالصواب)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

سیدنا سعد بن أبی وقّاص و اسم ابیه وقّاص مالك بل أهیب و یقول له وهیب .

ان دس اشخاص واحباب الرسول ﷺ میں سے تھے جن کو زبان رسالت نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنا دی تھی۔ اور السابقین الاولین میں سے تھے اور غزوہ بدر اور حدیبیہ میں بھی شامل تھے اور ان چھ حضرات و افراد میں سے تھے جنھیں امیر

① [مستدرك حاكم ۳/۴۹۹]

المؤمنینؓ نے «جَعَلَ أَمْرَ الْخِلَافَةِ إِلَيْهِمْ» انتخاب خلافت کے لیے نامزد کیا تھا۔

سترہ سال کی عمر میں قبول اسلام فرمایا بلکہ چوتھے یا چھٹے مسلمان تھے۔ اور یہ پہلے ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور پہلے ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں خون بہایا۔ «وَهُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ» اور مستجاب الدعوات تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے ۲۷۰ احادیث راویت فرمائی ہیں۔ سترہ احادیث پر بخاری اور مسلم نے اتفاق کیا ہے بخاری میں پانچ اور مسلم میں اٹھارہ احادیث مذکور ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں بلاد فارس کی طرف کئی لشکروں پر امیر مقرر فرمایا۔ قادسیہ میں جب فارس کو شکست دی گئی تھی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ امیر لشکر تھے۔ یہ ہیں جنھوں نے دجلہ کو گھوڑوں پر عبور کیا مدائن کسریٰ بھی انھوں نے فتح کیا۔ اور کوفہ شہر آباد کیا۔ عراق عرب پر گورنر مقرر فرمائے گئے عہد فاروقیؓ میں۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقع پر تمام فتن سے الگ رہے اور کسی قسم کے مقابلہ میں حصہ نہیں لیا۔ ۵۵، ۵۱، ۵۶، ۵۷ھ یہ اقوال ہیں ان کی وفات کے متعلق مدینہ منورہ سے دس میل دور فاصلے پر عقیق میں فوت ہوئے اگرچہ بعض نے سات میل تک بھی لکھا ہے۔ ①

① [سیر أعلام النبلاء للذهبي ۹۲/۱۲٤، الإصابة في تمیز الصحابه لابن حجر ۲/۳۳]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

یہ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔ نام سعید اور کنیت ابو الاعور۔ والد کا نام زید اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قریظ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب العروی القرشی۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب کعب بن لوی پر رسول اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے اور نفیل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ اور زید بن عمرو بن نفیل حضرت سعید کے والد کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو بتوں کی عبادت سے بیزار تھے اور ان کی آنکھوں نے اسلام سے قبل ہی کفر و شرک کے ظلمت کدہ میں توحید کا جلوہ دیکھا تھا۔ زید مشرکین مکہ کے ذبیحہ سے پرہیز کرتے اور اسے کھانے سے انکار کرتے تھے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو بڑھاپے میں دیکھا کہ وہ کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے قریش کی جماعت اللہ کی قسم میرے سوا تم میں کوئی بھی دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم نہیں ہے۔ اے گروہ قریش تم پر افسوس ہے زنا سے بچو کیونکہ یہ فقر اور ناداری لاتا ہے۔ ①

دور جاہلیت میں اہل عرب لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے جب ان کو علم ہوتا تو لڑکی کی کفالت اپنے ذمے لے لیتے جب لڑکی جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے لڑکی واپس لے لو یا پھر میری ہی کفالت میں رہنے دو یہ اقدام اس لیے ہوتا کہ وہ لڑکی زندہ درگور ہونے سے بچ جائے۔

---

① [البدایہ والنہایہ ۲/۲٤۱]

یہ زید بن عمرو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دادا اور سعید صاحب تذکرہ کے والد محترم تھے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا گھرانہ پہلے سے ہی توحید پرست تھا۔ چنانچہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ فاطمہ بنت خطاب سمیت اسلام میں داخل ہو گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ عمر کی بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں تو انھوں نے ان کو خوب مارا لہولہان کر دیا۔ ۲ھ میں قریش مکہ کا مشہور قافلہ جس کی وجہ سے معرکہ بدر ہوا ملک شام سے آرہا تھا نبی پاک ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو اس قافلہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا معلومات حاصل ہونے پر تیزی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ جا کر اطلاع کریں لیکن ابو سفیان نے راستہ بدل لیا تھا جو اس قافلہ کا امیر تھا۔ دوسری طرف اس قافلہ کی مدد کے لیے بھاری

جمیعت مکہ سے آئی تھی۔ تو اس طرح مجاہدین اسلام سے بدر کے میدان میں معرکہ آرائی ہوئی جس نے ہمیشہ کے لیے اسلام کو سربلند کر دیا۔

جب حضرت طلحہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما مدینہ پہنچے تو غازیان اسلام فاتحانہ انداز میں مدینہ میں داخل ہو رہے تھے چونکہ یہ دونوں حضرات ایک خدمت پر مامور تھے اس لیے رسول پاک ﷺ نے انھیں بھی مال غنیمت سے حصہ دیا۔ اور جہاد کے ثواب سے بہرہ ور ہونے کی بشارت دی۔ ①

حضرت سعید رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے علاوہ اُحد، خندق، حدیبیہ، بیعت رضوان بلکہ تمام غزوات میں شامل اور شریک ہوئے تھے اور اپنی مردانگی اور شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ عہد فاروقیؓ میں جب شام پر باقاعدہ فوج کشی ہوئی تو اس میں شریک

① [طبقات ابن سعد ۳/ ۷۹، مستدرك حاكم ۳/ ۴۳۸]

ہوئے۔ اور جنگ یرموک میں حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ماتحت پیدل فوج کی افسری پر متعین ہوئے تھے اور یرموک میں بھی اپنی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ جب دمشق کی گورنری پر مامور ہوئے تو خط لکھ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے معذرت کرتے ہوئے دوبارہ میدان جہاد میں آنے کی تمنا کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط ملتے ہی یزید بن ابوسفیان کو دمشق کا گورنر بنا کر بھیج دیا اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ دوبارہ میدان جنگ میں آ گئے۔

شام کی فتح کے بعد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ واپس مدینہ تشریف لا کر عقیق مقام پر اپنا گھر بنا کر سکون و آرام کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے لگے ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں اپنے مکان عقیق میں رحلت فرمائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کی تیاری کر رہے تھے انتقال کی اطلاع ملنے پر عقیق چلے گئے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی بھی تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک اروٰی نامی عورت نے جس کی زمین ان کی زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ گورنر مدینہ مروان بن حکم کے ہاں استغاثہ دائر کر دیا کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے میری کچھ زمین دبائی ہے۔ مروان بن حکم نے تحقیق کے لیے دو آدمی متعین کر دیے جب حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے مراون کو لکھ کر پیغام بھیجا کہ تم میری نسبت یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے اس عورت پر ظلم کیا ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

«مَنْ أَخَذَ شِبْراً مِنَ الْأَرْضِ ظُلْماً طُوِّقَ إِلَى سَبْعِ أَرْضِيْنَ».

"یعنی جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے حاصل کرے گا اس کی گردن میں حصہ اراضی کے بدلے ساتوں زمینوں تک طوق ڈالا جائے گا۔" ①

① مسند أحمد بن حنبل ۱۲/ ۱۸۷

یہ بات بھی یادرہے کہ جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی رحلت ہوئی تو اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی عصیق میں مقیم تھے۔ انھوں نے ہی غسل دیا اور کفن پہنایا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے جنازہ کو مدینہ لائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس جلیل القدر صحابی رسول کو بقیع الغرقد میں دفن کیا گیا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ ان کی کثرت سے اولاد ہوئی بارہ بیٹے اور سولہ لڑکیاں تھیں۔ طبقات ابن سعد ۳/ ۲۷۰

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن زید بن عمر بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العروی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اور بہنوی تھے اور یہ نسب میں نفیل پر جا ملتے ہیں۔

ابوالاعوران کی کنیت تھی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ایمان لائے۔ غزوہ بدر میں شامل نہیں ہوسکے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو شام کے راستے کی طرف بھیجا ہوا تھا جو کہ قافلہ قریش کی خبر لائیں چنانچہ یہ دونوں حضرات غزوہ بدر کے بعد مدینہ واپس آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو بھی مال غنیمت سے حصہ بھی دیا اور جہاد کے اجر وثواب میں شامل فرمایا۔ یہ مہاجرین الاولین میں سے بھی تھے اور یہ ان دس خوش نصیبوں میں سے بھی تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنا دی تھی اور مدینہ منورہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے ان کی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم فرمائی تھی۔

ایک حدیث اس طرح روایت کی جاتی ہے:

«عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْفِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ كَانَ فِيْ مُجَابِ الدَّعْوَةِ أَيْضاً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ» .

جب اروی بنت اویس نامی عورت نے مروان بن حکم کے ہاں جو کہ مدینہ کے گورنر تھے شکایت کی کہ سعید بن زید نے میری زمین ظلماً اپنے پاس رکھی ہوئی ہے «أنه ظَلَمَ أَرْضِيْ» جب ان کے پاس پیغام تحقیق و تفتیش آیا تو فرمانے لگے کیا تمہارا خیال ہے کہ میں نے اس خاتون پر ظلم کیا ہوگا جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ ﷺ فرما رہے تھے:

«مَنْ ظَلَمَ شِبْرًا مِنْ أَرْضٍ طُوِّقَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرْضِيْنَ» .

تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے خلاف دعا کر دی:

«اللّٰهم إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَلَا تَمُتْ حَتّٰى تَعْمٰى بَصَرُهَا فَكَانَتْ قَبْرُهَا وَ تَجْعَلُ قَبْرَهَا فِيْ بِئْرِهَا فَلَمْ تَمُتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَجَعَلَتْ تَمْشِيْ فِيْ دَارِهَا فَوَقَعَتْ فِيْ بِئْرِهَا فَكَانَتْ قَبْرَهَا» .

یہ معرکہ یرموک میں بھی شامل ہوئے اور حصار دمشق میں بھی اور یہ ۵۱ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں عقیق مدینہ منورہ سے تقریباً دس میل پر ہے فوت ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اتارا تھا۔ واللہ أعلم

حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ

یہ بھی ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دی تھی۔ علامہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

«شَهِدَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِالْجَنَّةِ وَ سَمَّاهُ أَمِينَ الْأُمَّةِ وَ مَنَاقِبُهُ شَهِيْدَة» .

''رسول کریم ﷺ نے ان کے بارہ مین جنت کی بشارت دی۔ ان کو امین الامۃ کا لقب عطا فرمایا اور اس کے علاوہ ان کے اور بہت سے مشہور مناقب ہیں۔'' (۱)

ان کا نام عامر اور والد کا نام عبداللہ بن جراح تھا۔ والد کی بجائے والدہ کے نام سے مشہور ہوئے اور سلسلہ نسب یہ ہے۔ عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال اُہیب بن حدبہ بنت الحارث بن الفہر القرشی۔ اور پانچویں پشت پر ان کا سلسلہ نسب رسول پاک ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا تعلق فہری خاندان سے تھا اور ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ السابقون الأولون میں سے تھے اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت تبلیغ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ (۲)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف دو دفعہ ہجرت کی۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے اور پھر جب دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابو عبیداللہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ (۳)

---

(۱) [سیر أعلام النبلاء ۱/ ۶] (۲) [طبقات ابن سعد ۳/ ۲۹۸]

(۳) [سیرت ابن ہشام ۱/ ۵۰۴]

مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی مواخات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے قائم کی۔ غزوہ بدر کے مجاہدین اسلام میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح بھی شامل و شریک تھے اور شجاعت و بہادری اور جانبازی کے جوہر دکھائے۔ لطف کی بات ہے کہ غزوہ بدر میں ان کے والد عبداللہ بن الجراح بھی کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے اور وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو نشانہ بناتا رہا آخر کار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ایسا وار کیا کہ وہ واصل جہنم ہوا اس طرح اس کا سلسلہ حیات ختم کر دیا۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے تعریف فرمائی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢١﴾﴾ [٥٨: ٢٢]

"اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز آپ نہ پائیں گے۔ گو ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان و قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ خدا کے دوست دشمنان رب العالمین سے محبت رکھیں ایک اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں ایسا کرنے والے اللہ کے ہاں کسی گنتی میں نہیں۔"

تو یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے

انھیں قتل کر دیا۔①

غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ شدید زخمی ہو گئے تھے دو کڑیاں آپ ﷺ کی پیشانی مبارک میں دھنس گئیں اور دو دانت بھی شہید ہوئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے وہ دو کڑیاں اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالیں لیکن ان کے اپنے دو دانت گر گئے لیکن چہرے کی رونق ایسی بڑھی کہ کوئی ٹوٹا ہوا دانت اتنا حسین و جمیل نہیں ہوتا تھا۔②

صلح حدیبیہ/ بیعت رضوان میں بھی ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ صلح حدیبیہ کی شرائط پر جو نبی کریم ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان طے پایا تھا اس میں مسلمانوں کی طرف سے جن گواہوں نے دستخط کیے تھے ان میں ایک ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

غزوہ خیبر ۷ھ کے معرکہ میں بھی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر ساحلی علاقہ کی طرف حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی امارت میں روانہ فرمایا تھا۔ اور اس مہم کا مقصد قریش کے قافلوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلانا تھا۔ اس سفر کے دوران زاد راہ ختم ہو گیا چونکہ یہ لشکر پندرہ دن تو مقیم بھی رہا زادراہ ختم ہونے پر ایک ایک کھجور پر گزارہ کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے ساحل سمندر پر ایک مچھلی جو بہت بڑی تھی بھجوا کر حالات درست فرما دیے۔ چنانچہ اس اسلامی لشکر نے اٹھارہ دن تک اس کا گوشت کھایا اور مدینہ منورہ بھی اس کا گوشت لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رزق تھا پھر آپ ﷺ نے بھی اسے تناول فرمایا۔③

۸ھ مکہ فتح ہوا پھر حنین اور طائف کی جنگ ہوئی ان تمام جنگوں میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ جبکہ فتح مکہ میں ایک پیدل دستہ ان کے زیر کمان

---

① [تفسیر ابن کثیر]

② [طبقات ابن سعد ۳/۲۹۸]

③ [صحیح بخاری، کتاب الجہاد ۲۹۸۳]

تھا۔ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور ان کا رسول کریم ﷺ سے ایک معاہدہ ہوا تو انھوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ ایک امین آدمی بھیج دیا جائے تاکہ وہ عہد نامہ کے مطابق مال وصول کرے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک امین آدمی کو بھیجوں گا جو حقیقتاً امین ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔ ①

عہد صدیقی میں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت عمر رضی اللہ عنہ نے کر لی تو اس کے بعد ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے بیعت کی بعد میں انصار نے بیعت کی۔ عہد صدیقی میں کئی جنگوں کی سپہ سالاری حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی۔

۱۳ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام پر لشکر کشی کا اہتمام فرمایا اور اس کے لیے چار لشکر تیار کیے اور چار ہی امیر مقرر فرمائے اور فرمایا جب تم چاروں ایک جگہ جمع ہو جاؤ گے تو پھر ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سپہ سالار ہوں گے اور یہ ان کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔

یرموک کی جنگ میں تمام اسلامی افواج کے امیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے ستر (۷۰) ہزار رومی فوجی قتل ہوئے اور اسلامی فوج کے تین ہزار مجاہد شہید ہوئے تھے۔

ادھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنی مہم سے فرصت ملی تو وہ بھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی فوج کے ساتھ آ ملے اور اسلامی افواج نے بیت المقدس کا محاصرہ تنگ کر دیا۔

عیسائیوں نے تنگ آ کر صلح کی درخواست کر دی اور یہ شرط لگائی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود آ کر معاہدہ لکھیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خطوط کے ذریعے آگاہ بھی کر دیا اور ملک شام تشریف لانے کی دعوت بھی دی۔

① [صحیح بخاری، کتاب المغازی باب قصة اهل نجران ۴۳۸۰]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہو کر جب مقام جابیہ پر پہنچے تو حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت افسران کے ساتھ ان کا استقبال کیا بیت المقدس کے نمائندے بھی اس جگہ پر جمع ہو گئے اور معاہدہ ترتیب پانے کے بعد بیت المقدس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

۱۷ھ میں شام کی امارت سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے یہ عہدہ بھی ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیا۔اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب دمشق سے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے اہل دمشق سے فرمایا تمھیں خوش ہونا چاہیے کہ امین امت تمہارا والی بن گیا ہے اس کے جواب میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

۱۸ھ میں تمام مفتوحہ ممالک شدت کے ساتھ طاعون کی وبا میں آ گئے۔ وہاں طاعون کی وبا پھیل گئی جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہوئی۔شام میں طاعون نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔حضرت امیر المؤمنین دار الخلافہ چھوڑ کر جب مقام سرغ پر پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے افسران کے ساتھ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔وبائی مرض کی شدت کی کیفیت سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کے بعد آخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ آگے نہیں جانا چاہیے امیر المؤمنین نے واپسی کا اعلان کر دیا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: «اَ فِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ» یعنی تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہوئے یہ فیصلہ ہوا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا «نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ» اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کاش تیرے سوا کوئی دوسرا یہ کہتا ہاں تقدیر الٰہی سے بھاگتا ہوں لیکن تقدیر الٰہی کی ہی طرف۔①

---

① [صحیح بخاری ۵۷۲۹]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں خط لکھا کہ کسی صحت افزاء مقام پر چلے جائیں حکم کی تعمیل فرمائی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر جابیہ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر طاعون میں مبتلا ہو گئے۔ جب مرض نے زیادہ شدت اختیار کی تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا حضرات یہ مرض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول ﷺ کی دعوت ہے اس سے قبل بھی بہت سے صالحین اس میں جان بحق ہوئے ہیں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے اللہ سے اس سعادت میں حصہ پانے کے متمنی ہیں۔ ①

نماز کا وقت قریب آیا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ادھر نماز ختم ہوئی ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس دنیا فانی سے کوچ کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی سنہ ۱۸ھ میں جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی رحلت ہوئی تو ان کی عمر ۵۸ سال تھی۔ خلافت کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا عمر رضی اللہ عنہ یا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کی بیعت کرلو۔ ②

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف کوئی کام کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ③

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار بھجوائے اور قاصد سے فرمایا کہ دیکھنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں قاصد کا بیان ہے جونہی وہ رقم میں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کی انھوں نے تمام رقم اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی۔ جب قاصد نے آ کر امیر المؤمنین کو بتایا تو فرمایا:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْ يَصْنَعُ هٰذَا» .

① [مسند احمد بن حنبل ۱/۹۸] ② [صحیح بخاری ۳۶۶۸]

③ [صحیح مسلم، کتاب الطاعون]

"الحمد للہ کہ اسلام میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسا کام کرتے ہیں۔" ①

خاکساری اور تواضع کا یہ معیار ہے۔ کہ امیر شام اور سپہ سالار ہونے کے باوجود رومی سفیر اور جرنیل جب کبھی اسلامی لشکرگاہ میں آتے تو انھیں سردار فوج کی شناخت کرنے میں دشواری پیش آتی اور ایک دفعہ رومی قاصد آیا اور اس نے دریافت کیا کہ آپ کے سپہ سالار کون ہیں چونکہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک عام مجاہد کے روپ میں بیٹھے تھے تو سپاہیوں نے اشارہ کیا کہ وہ فرش خاک پر بیٹھنے والے ہمارے سپہ سالار ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ عامر بن عبداللہ الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبة بن الحارث بن فہر بن مالک۔ رسول اللہ ﷺ سے «في الجَدِّ السَّابع» ساتویں پشت فہر پر جا کر ملتے ہیں اور «السابقين الأولين» میں سے ہیں۔ اور یہ وہ شخصیت ہیں جن کو سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد عام خلافت سونپنے کا عزم کر لیا تھا۔ یہ ان کا شرف کمال اور اہلیت کا معیار ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے پایا جاتا ہے اور ان دس خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کو آپ ﷺ نے دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔ اور آپ ﷺ نے ان کے بارہ میں یہ بھی فرمایا تھا:

«إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيناً وَ أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ». ②

ان سے احادیث بھی مروی ہیں اور غزوات و مشاہد میں بھی شریک ہوتے رہے۔

اور یہ وہ شخصیت ہیں جنھوں نے غزوہ بدر میں جو کفر و اسلام کا پہلا معرکہ تھا اپنے باپ کو اس لیے قتل کیا تھا کہ وہ کفر کا نمائندہ ہے اور آپ ﷺ اور اصحاب رسول

---

① [طبقات ابن سعد ۳/۳۰۱] ② [صحیح البخاری (۲۷۴٤)]

ﷺ کا دشمن ہے۔ اور غزوہ اُحد میں بڑی آزمائش کے موقع پر جب رسول اکرم ﷺ کی پیشانی پر لوہے کی دو کڑیاں گڑ گئیں تو ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے انھیں نکالا اور ان کے اپنے دو دانت ''ثنایا'' سامنے والے گر گئے جن سے ان کی خوبصورتی میں بے حد اضافہ ہو گیا اور کہا جانے لگا آج تک ٹوٹے ہوئے دانتوں میں اتنا حسن نہیں دیکھا گیا جتنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اللہ نے نصیب فرمایا۔

آپ ﷺ نے انھیں کئی بار لشکروں اور سرِیات پر امیر مقرر فرمایا۔ ایک بار تین سو لوگوں پر امیر تھے زادراہ ختم ہو گیا تو ساحل سمندر پر ایک عنبر نامی مچھلی پائی گئی جو یہ لشکر اٹھارہ دن تک کھاتا رہا۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ مرتدین اور مسیلمہ کذّاب کی جنگ سے فارغ ہوئے تو شام کی فتوحات کے لیے لشکروں کے امراء کا انتخاب اور تعین فرمایا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھی مقرر فرمایا۔ اسی طرح جب دمشق کا محاصرہ ہو چکا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رحلت ہو گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام لشکروں کا امیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بنا دیا تو دمشق کی فتح حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوئی۔ پھر جابیہ کے مقام پر رومیوں کے ساتھ صلح کا عہد و پیمان اور تحریر ہوئی۔ جنگ یرموک میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ رأس الاسلام کی حیثیت میں تھے۔ جس میں رومی لشکر تباہ ہوئے اور بڑی تعداد ماری گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ قرآن جمع کرنے والوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ جنھوں نے قرآن کو حفظ بھی کیا اور عمل بھی۔ حسن اخلاق، حلم، بردباری، تواضع اور زہد عظیم جیسی صفات سے متصف تھے۔ رسول پاک ﷺ کے ساتھ تمام غزاوت و مشاہد میں شامل و حاضر ہوتے رہے اور آپ کی رحلت کے بعد بڑی بڑی فتوحات میں جہاد کیا ملک شام عمواس کی طاعون میں ۱۸ھ میں ۵۸ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون،

والله أعلم بالصواب

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

سعد بن معاذ بن نعمان بن امری القیس بن زید بن عبد الأشهل الأنصاري الأوسي الأشهلي، السَيِّد الكبير الشهيد أبو عمر رضي الله عنه، یہ اوس قبیلے کے سردار تھے اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے جب رسول اکرم ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ بھیجا کہ مسلمانوں کو امور دین کی تعلیم دیں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے بنی عبد الاشہل سے کہا تم لوگ «كَيْفَ تَعْلَمُوْنَ أَمْرِيْ فِيكُمْ» میرے معاملہ کو اپنے پاس کیسا جانتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا: صاحب فضیلت سردار اور پر یقین نقیب۔

«قال: فَإِنَّ كَلَامَكُمْ عَلَيَّ حَرَامٌ رِجَالِكُمْ وَ نِسَائِكُمْ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَ رَسُوْلِهِ فَلَمْ يَبْقَ فِيْ دَارِ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ إِلَّا أَسْلَمُوْا وَ كَانَ سَعْدٌ مِنْ أَعْظَمِ النَّاسِ نَصْرًا لِلْإِسْلَامِ».

تم لوگوں سے کلام کرنا مجھ پر حرام ہے مردوں اور عورتوں سمیت حتی کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ تو بنی عبد الاشہل میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ تھا جو ایمان نہ لایا ہو سب ایمان لے آئے۔

تو اس طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ اسلام کے مددگاروں میں سے سب سے بڑے ہیں۔ اور اپنی قوم کے لیے سب سے زیادہ مفید۔

جب غزوہ بدر، اُحد اور خندق میں شامل وشریک تھے اور بنو قریظہ ان کے فیصلے اور حکم سے اپنی پناہ گاہوں سے نکلے۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کرنے اور ذریات بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانے کا فیصلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

«قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللهِ».

اور ایک روایت میں ہے:

«لَقَدْ حَكَمْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ».

''تیرا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے، تیرا فیصلہ تو حقیقی بادشاہ کے فیصلے کے مطابق ہے۔''

یہ غزوہ خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے۔ ان کے بازو کی رگ میں تیر لگا تھا تو انھوں نے دعا بھی فرمائی تھی اے اللہ اگر قریش قوم کے ساتھ ابھی لڑائی لڑنا باقی ہے ''تیرے علم میں'' تو پھر مجھے بھی باقی رکھنا اس لڑائی کے لیے کیونکہ میرے لیے یہ بہت زیادہ پسندیدہ چیز ہے کہ میں ایسی قوم کے ساتھ جنگ لڑوں جنھوں نے تیرے نبی کی تکذیب کی اور انھیں اذیتیں دیں اور انھیں جلا وطن بھی کیا۔ اے اللہ اگر ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ختم ہو گئی اور آئندہ ان میں اہل اسلام سے لڑنے کی طاقت و ہمت نہیں رہی تو پھر مجھے شہادت کی موت دے دے۔ مگر جب میری آنکھیں بنو قریظہ سے ٹھنڈی ہو جائیں۔①

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور پھر انھوں نے بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ فرمایا۔ تو اس فیصلہ کے کر دینے کے بعد ان کی شہادت ہوئی۔ غزوہ خندق سے ایک ماہ بعد زخم بہہ نکلنے سے ان کی شہادت ہوئی۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

«اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ».

''سعد بن معاذ کی موت پر رحمٰن کا عرش لرز پڑا۔''②

---

① [البخاري (٤١٢٢)]

② [صحيح البخاري (٣٨٠٣) و مسلم (٢٤٦٦)]

ایک بار رسول اللہ ﷺ کے لیے ریشم کا تحفہ دیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس ریشم کے نرم و نازک ہونے پر تعجب کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا». ①

''جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ اچھے ہیں۔''

① البخاری (۳۲۴۸ ، ۳۲۴۹) تهذیب الاسماء واللغات للنووی (۲۱۴/۱)، وسیر أعلام النبلاء للذهبی (۲۷۹/۱)، الإصابة في تمیز الصحابة لابن حجر (۳۷/۲)]

قدیم الاسلام صحابہ رضی اللہ عنہم

اس فہرست میں کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مختصر تذکرہ دوبارہ بھی لایا گیا ہے تاکہ ان کی سیرت مکمل واضح ہو سکے۔

آپ ﷺ منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد پہلے مرحلہ میں دعوت تبلیغ چپکے چپکے کرتے رہے۔ سب سے پہلے مردوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ خواتین سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ تبلیغ تین سال جاری رہا۔

فترۃ الوحی

پہلی وحی کے فوراً بعد دوسری وحی میں کچھ وقفہ ہوا اسی کا نام فترت وحی ہے۔ اور اس کی میعاد میں اختلاف ہے۔ دوسری بار وحی میں سورۃ المدثر پھر سورۃ المزمل نازل ہوئی مکمل نہیں حسب ضرورت۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

سابقون اسلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ابوبکر کنیت لقب الصدِیق اور پہلے نام عبدالکعبۃ تھا نبی کریم ﷺ نے عبداللہ رکھا۔ ان کے والد کا نام ابوقحافہ ہے اور والدہ کا نام سلمٰی اور کنیت ام الخیر تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی بیوی تھی۔ ان کی تحریک سے عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اور بھی کئی لوگ ایمان لائے۔ قرآن پاک میں "ثانی اثنین" کے حوالے سے ان کا تذکرہ موجود ہے۔ معراج النبی ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ ایام المرض میں نبی کریم ﷺ نے امامت کا شرف بخشا مصلٰی رسول ﷺ پر امامت فرماتے

رہے۔ خلیفہ الرسول ﷺ کا لقب بھی اسی خلیفہ راشد کو ملا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ۱۲ ہجری جمادی الاخریٰ کے آخر میں ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

آپ کا نسب علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب بن عبدالمطلب آٹھ دس سال کی عمر میں اسلام لائے ہجرت کی رات آپ ﷺ کے بستر پر سلایا گیا۔ ۲ ہجری میں آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ کاتبین وحی میں سے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عہد و پیمان کا متن بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ غزوہ خیبر میں آپ ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول پیار کرتے ہوں یہ اعزاز بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملا۔ غزوہ تبوک کی روانگی کے وقت نبی مکرم ﷺ نے اپنے خاندان کی نگرانی کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یمن کے گورنر تھے۔ فتح مکہ کے پہلے حج میں امیر حج تو ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے مگر سورۃ برأت کی آیات کا اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرایا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ ابن ملجم نامی شخص نے ۲۰ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی رات کوفہ میں شہید کیا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ان کا تعلق یمن سے تھا غلام بن کر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انھوں نے اپنی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے باپ اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اپنے والدین اور خاندان کے مقابلے میں شفیق اور عالی مقام رسول ﷺ کے پاس رہنا پسند کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسی زید کو متبنیٰ بنایا تھا۔ اور ان کا نام قرآن مجید میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے کر لے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کیا اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کروایا تھا۔ طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول

اکرم ﷺ سے کر دیا تاکہ جاہلیت کی رسم کو ختم کیا جائے۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جنگ موتہ میں امیر لشکر مقرر فرمایا تھا۔ مگر وہ اس غزوے میں شہید ہو گئے تھے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ کے حواری ہیں ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہنوئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی مواخات مکہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے قائم فرمائی اور مدینہ منورہ میں سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ انصاری سے۔ غزوہ بدر، اُحد، خندق، خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ، حنین طائف، تبوک، حجۃ الوداع میں شامل ہوئے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ۳۶ ہجری میں چونسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

السابقون الاولون میں سے ہیں۔ ہجرت کا شرف پایا مدینہ منورہ میں حضرت اُبَیّ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم ہوئی۔ غزوہ اُحد میں صاحب غزوہ اُحد کہلائے اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ فیاض لقب ملا۔ غزوہ تبوک میں کافی مال جہاد کی تیاری کے لیے پیش کیا۔ غزوہ حنین، فتح مکہ، بیعت رضوان، حجۃ الوداع میں شامل رہے۔ خلفاء راشدین کے دور میں شوریٰ کے رکن تھے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

قدیم الاسلام ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور انھوں نے دو ہجرتیں کی۔ حبشہ اور مدینہ۔ بنو زہرہ قبیلے سے تھے۔ مدینہ منورہ میں سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم ہوئی۔ یہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے کہا میں اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں اور آپ اس سے شادی کر لیں۔ یہ غزوہ

بدر، اُحد، دومۃ الجندل، فتح مکہ، حنین، طائف، اور غزوہ تبوک میں شامل رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ان کا بھی بنو زہرہ سے تعلق تھا۔ ابتداء ہی میں اسلام لائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ ماموں کہہ کر پکارتے تھے۔ انیس سال کی عمر میں اسلام لائے۔ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان کی والدہ نے ان کے قبول اسلام پر کھانا پینا چھوڑ دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں استقامت عطا فرمائے رکھی۔ غزوہ اُحد، بدر، خندق، فتح مکہ، حنین، طائف اور غزوہ تبوک میں شامل رہے۔ ان کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: «یا سعد إرم فداك أبی و أمی» اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جنگ قادسیہ میں سپہ سالار تھے۔ دریا پار کر کے دشمن کی صفوں میں جا پہنچے تھے۔ اور ایرانیوں نے کہا تھا ''دیو آمدند'' دیو آ گئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ شہر کی بنیاد رکھی۔ ۵۵ھ میں وفات پائی۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کا جنازہ مسجد نبوی میں لانے کی فرمائش امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے کی تھی تا کہ وہ بھی نماز جنازہ پڑھ سکیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کثیر الاولاد تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

ان کا نام عامر تھا اور یہ بھی آغاز اسلام میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ انھوں نے بھی دو ہجرتیں کی تھیں۔ مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا۔ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے چہرے میں چُبھی ہوئی کڑیاں نکالتے ہوئے دو دانت شہید ہو گئے تھے۔ انھوں نے غزدہ خندق اور غزوہ بنوقریظہ میں بھی حصہ لیا تھا۔ مقام حدیبیہ پر جو معاہدہ طے پایا تھا اس میں ان کی بھی شہادت ثبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر، اُحد، خندق، بنوقریظہ، خیبر، سریہ ذات السلاسل میں شامل رہے۔ نجران کی طرف معلم دین بنا کر بھیجا گیا۔ اور سریہ جیش الخبط میں لشکر کے امیر تھے۔ آپ

رضی اللہ عنہ نے طاعون کے مرض سے ۱۸ھ میں ۵۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

یہ بھی ابتدائی دور اسلام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ باپ نے سزائیں دیں قید کر دیا آخر گھر سے بھاگ گئے۔ ہجرت حبشہ کے دوسرے قافلے کے ساتھ گئے تو بیوی اور بھائی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ شہادت سے ایک دن قبل اُمِ حکیم سے نکاح کیا تھا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

نام عبداللہ آغاز اسلام میں ایمان لائے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کیں تھیں رسول اکرم ﷺ برہ کے بیٹے اور رضائی بھائی تھے۔ سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم ہوئی۔ غزوہ اُحد میں زخم کی شدت کی وجہ سے وفات پائی۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِيْ سَلَمَةَ وَ ارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِي قَبْرِهٖ وَ نَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ» . ①

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت مدینہ اپنے دو بھائیوں اور حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کی تھی۔ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں ولید کی دعوت مبارزت کے جواب میں زخمی ہوئے اور مقام صفراء میں شہادت پائی۔ عمر ۶۳ سال تھی اور مقام صفراء میں ہی مدفون ہوئے۔

① صحیح مسلم، کتاب الجنائز ۲۱۳۰

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

آغاز اسلام میں ہی مسلمان ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں ہجرت کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کے بھائی تھے جو جلیل القدر صحابی ہیں عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں غزوہ بدر میں شہادت پائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

اوائل اسلام میں ہی ایمان لائے۔ حرم کعبہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے تلاوت قرآن فرمائی۔ کفار کی ایذا رسانی سے تنگ آکر دوبار ہجرت فرمائی۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی رہائش مسجد نبوی کے قریب تھی۔ غزوہ بدر، احد، خندق، خیبر، فتح مکہ، اور حنین میں حصہ لیا۔ ۳۲ھ خلافت عثمانؓ میں ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بارہ سال گورنر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی مسواک اور عصا وغیرہ کے امین تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بے تکلف آمد و رفت کی وجہ سے آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے گمان کرتا رہا ہوں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان چار اشخاص میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرآن ان سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ، معاذ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم آپ ﷺ ان سے قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا ان کے متعلق یہ فرمان ہے۔ تم ان کی پتلی ٹانگوں سے ہنستے ہو یہ تو میزان عدل میں کوہ احد سے بھی بھاری ہوں گی۔

حضرت مسعود بن ربیع بن عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابوعمیر رضی اللہ عنہ تھی۔ دار ارقم میں داخل ہونے سے قبل اسلام لائے۔

غزوہ بدر، احد، خندق وغیرہ میں حصہ لیا۔ ۳۰ ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال عمر پائی۔

حضرت سلیط بن عمرو بن ود رضی اللہ عنہ

آغاز اسلام میں ایمان لائے۔ دو ہجرتیں کی۔ بدر، احد، خندق ہر غزوہ میں ہمرکاب رسول ﷺ رہے۔

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ

آغاز اسلام میں ایمان لائے۔ ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے۔ انھوں نے بھی دو ہجرتیں کی ہیں۔ جنگ یرموک یا یمامہ میں شہید ہوئے۔ ہجرت کے وقت ان کی بیوی اسماء بھی ان کے ساتھ تھیں۔

حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس رضی اللہ عنہ

اوائل اسلام میں ایمان لائے۔ دوسری بار ہجرت حبشہ میں ہجرت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی مواخات ابی عبس بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم فرمائی تھی۔ یہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی۔ یہ مدینہ منورہ آ کر زخموں کی وجہ سے شہید ہوئے تھے۔ اور جلیل القدر صحابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

ان کے والد زید بن نفیل تھے اور بت پرستی سے تائب ہو چکے تھے۔ ان کا معروف مقولہ ہے اے گروہ قریش اللہ کی قسم آج میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین حنیف پر نہیں ہے، حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو ہجرت مدینہ کا شرف ملا۔ رافع بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات مدینہ قائم ہوئی۔ غزوہ بدر میں اس لیے شامل نہیں ہوئے تھے کہ ان کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی خبر

لینے کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ چنانچہ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

ان کا قبول اسلام میں تقریباً چودھواں نمبر ہے۔ انھیں بھی دو ہجرتوں کا شرف ملا ہے۔ انھوں نے ہجرت کے تیس ماہ بعد ۲ھ کے آخر میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے صحابی ہیں۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کے خاندان کے تمام افراد نے ہجرت کی۔ ان کے متعلق رسول مقبول ﷺ نے فرمایا تھا۔ ابو سائب میں تم سے جدا ہوتا ہوں، تم دنیا سے اس طرح نکل گئے کہ تمہارا دامن اس میں ذرا بھی ملوث نہ ہوا۔

حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ

یہ بھی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ یہ بھی آغاز اسلام میں ایمان لائے تھے۔ غزوہ بدر، احد، خندق وغیرہ میں شامل ہوئے۔ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے۔ قدامہ رضی اللہ عنہ نے ۳۶ھ ۵۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عبد اللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ

یہ بھی قدیم الاسلام میں سے ہیں یہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ خلافت عثمانؓ میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت نعیم النحام بن عبد اللہ بن اسید رضی اللہ عنہ

یہ اس وقت اسلام لائے جب صرف آٹھ دس اشخاص اسلام لائے تھے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا تو (قبیلہ عدی کی بہت سی بیوہ، یتیم اور بے سہارا لوگوں کی چونکہ سرپرستی کرتے تھے) آڑے آئے تو اس طرح حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ۶ ہجری میں چالیس اہل خاندان کے ساتھ مدینہ ہجرت کی تھی۔ تو اس

طرح چھ ہجری کے بعد تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ جنگ یرموک میں وفات پائی۔ان کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا میں نے جنت میں نعیم کی ''نحمہ'' یعنی قدموں کی چاپ سنی ہے اسی لیے ان کا نحام لقب مشہور ہو گیا۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی آغاز اسلام میں ہی ایمان لائے تھے۔ مشرکین عرب کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ غار ثور میں نبی کریم ﷺ کو دودھ پہنچایا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی حارث بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم فرمائی گئی۔ ستر قاری جو بئر معونہ کے مشرکین کی درخواست پر ان کے ہاں بھیجے گئے ان میں شہید کر دیے گئے تھے۔ جب انھیں نیزہ لگ کر آر پار ہوا تو فرمایا: «فزت ورب الكعبة» کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ سفر ہجرت میں امان نامہ بھی سراقہ بن جعشم کو انھوں نے لکھ کر دیا تھا۔ (نبی کریم ﷺ کے فرمان سے)

حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ

یہ بھی اوائل اسلام میں ایمان لائے۔ انھیں بھی دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا ہے۔ غزوہ بدر اور احد کے علاوہ ان کے حالات معلوم نہیں ہیں۔

حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی اوائل اسلام میں ایمان لائے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ سب سے پہلے سریہ نخلہ میں شامل ہوئے پھر تمام غزوات میں شامل ہوتے رہے اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

حضرت عامر بن ربیعہ عنزی رضی اللہ عنہ

آغاز اسلام میں اسلام لائے انھیں پیار کی وجہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے والد خطاب نے متبنی بنایا تھا انھوں نے بھی دو ہجرتیں کیں حبشہ اور مدینہ کی طرف عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

یہ بھی آغاز اسلام میں ایمان لائے ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد تھے اور رسول اکرم ﷺ کے ماموں زاد بھائی بھی تھے۔ دو بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کی حضرت عاصم بن افلح انصاری سے مواخات قائم کی گئی۔ یہ وہ صحابی ہیں کہ انھیں نبی کریم ﷺ نے ایک مہم پر روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ میرا خط لے جاؤ اسے دو دن کے سفر کے بعد کھول کر پڑھنا اور جو اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ اور سب سے پہلے مال غنیمت حاصل کرنے والے صحابی ہیں۔ غزوہ احد میں شہید ہوئے اس غزوہ میں ان کی تلوار ٹوٹ جانے پر آپ ﷺ نے ان کو اپنی چھڑی عطا فرمائی اور وہ تلوار کی طرح دشمن کا قلع قمع کرتی رہی۔ یہ اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ «الْمُجَدَّعُ في سبيل الله» اس ہی صحابی کا لقب ہے۔

حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ

یہ بھی بھائی عبداللہ کے ساتھ ہی اسلام لائے تھے۔ یہ مبشر بن عبدالمنذر کے ہاں ہجرت مدینہ کے بعد ٹھہرے رہے۔ ان کی ہمشیرہ زینب بنت جحش رسول اللہ ﷺ کی بیوی ام المومنین تھیں۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

یہ سردار ابو طالب کے بیٹے ہیں جو آغاز میں ہی ایمان لائے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ پہلی ہجرت حبشہ میں قریش کے خلاف نجاشی کے دربار میں سفیر تھے اور تقریر فرمائی اور سورۃ مریم کی آیات بھی تلاوت کیں۔ نجاشی کے کہنے پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے موقع پر مدینہ واپس آئے۔ نبی مکرم ﷺ نے غزوہ موتہ میں زید رضی اللہ عنہ کو علم عطا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ علمبردار ہوں گے یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنی مرضی سے سپہ سالار چن لیں۔ جنگ موتہ میں شہید ہوئے اور نوے (۹۰) سے زیادہ زخم کھائے ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں۔ ذوالجناحین کا لقب بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرت حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ

یہ بھی آغاز اسلام میں ایمان لائے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

حضرت معمر بن حارث رضی اللہ عنہ

یہ بھی آغاز اسلام میں ایمان لائے مدینہ منورہ ہجرت کی اور معاذ بن عفراء انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم ہوئی بدر، احد، خندق تمام غزوات میں حصہ لیا اور عہد فاروقی میں وفات پائی۔

حضرت سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ

یہ بھی آغاز اسلام میں ایمان لائے ہجرت حبشہ ثانیہ میں اپنے والد عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور دوسری بار ہجرت مدینہ کی طرف کی۔ رسول اللہ ﷺ

نے غزوہ بواط میں ان کو مدینہ منورہ میں نائب مقرر فرمایا۔ تمام غزوات میں شرکت کی اور عہد صدیقیؓ میں جنگ یمامہ ۱۲ھ میں زخمی ہوئے اور اسی وجہ سے وفات پائی۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ

رأس الاسلام ہیں چھٹے مسلمان ہیں۔ کفار کی طرف سے ان پر بڑے ظلم ڈھائے گئے۔ انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تمام غزوات میں شرکت فرمائی یہ تلواریں بنایا کرتے تھے۔ اور ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور قدیم الاسلام ہیں۔ ہجرت ثانیہ حبشہ کی طرف اور ادھر سے ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ تمام غزوات میں حصہ لیا اور عہد فاروقیؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

یہ تقریباً ایمان واسلام قبول کرنے والوں میں ساتویں ہیں۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حبشی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ انھیں غلامی سے خرید کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آزاد کر دیا تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے اور مواخات حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قائم ہوئی۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی اور غزوہ بدر میں امیہ بن خلف کو قتل کیا۔

اسلام میں سب سے پہلی اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دی اور فتح مکہ کے بعد بیت اللہ کی چھت پر اذان بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دی۔ آخری عمر میں شام ملک میں سکونت اختیار کر گئے اور ۲۰ھ میں ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور حضرت درداء رضی اللہ عنہ صحابی کے غلام تھے۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی قدیم الاسلام ہیں۔ کنیت ابو حذیفہ اور نام ہیثم تھا۔ دو بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے بیٹے محمد بن ابو حذیفہ حبشہ میں پیدا ہوئے اور انھوں نے حبشہ ہی سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کی حضرت عباد بن بسر انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم کی گئی۔ تمام غزوات میں شرکت کی۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

یہ ابتدائے اسلام میں ایمان لائیں۔ یہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، حبشہ کی طرف ہجرت کی ان کا تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نکاح ہوا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ۷ھ فتح خیبر کے موقع پر حبشہ سے واپس آئیں۔①

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے اولاد ہے۔ عبداللہ، عون اور محمد۔②

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔③

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹا یحییٰ بن علی رضی اللہ عنہ حضرت اسماء کو علم طب میں رسوخ حاصل تھا۔④

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت حبشہ کرنے والے (تم لوگ اہل کشتی کی دو ہجرتیں ہیں) نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے سنا کرتے تھے۔

حضرت شفاء بنت عوف رضی اللہ عنہا

یہ اسلام کے ابتدائی سالوں میں ایمان لائیں یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

---

① [مسلم] ② [مسلم]

③ [مسلم] ④ [مسلم]

حضرت صعبہ بنت الحضرمی رضی اللہ عنہا

یہ ابتدائے اسلام میں اسلام لائیں اور بیٹے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ ہجرت کی ان کے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا

یہ بھی قدیم السلام ہیں ان کے خاوند مشہور صحابی عامر بن ربیعہ الغزلی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت ام الفضل لباب رضی اللہ عنہا

یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد خواتین میں سے سب سے پہلے اسلام لائیں۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی اور آپ ﷺ کی زوجہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ اور ام الفضل کی دوسری بہن سلمہ زوجہ حمزہ رضی اللہ عنہ۔ اسماء بنت عمیس کی رضائی بہن تھیں۔ ام الفضل نے ہی عرفہ کے دن معلوم کیا کہ آپ ﷺ روزہ دار ہیں یا نہیں۔ دودھ کا پیالہ بھیجا تو آپ ﷺ نے پی لیا تو معلوم ہوا آپ ﷺ روزے سے نہیں ہیں۔ ①

ام الفضل نے خلافت عثمانؓ میں وفات پائی جلیل القدر مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ام الفضل ہی تھیں۔ ام الفضل نے آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

حضرت رملہ بنت ابی عوف رضی اللہ عنہا

یہ بھی آغاز اسلام میں ایمان لائیں اور ان کا نکاح مطلب بن حمزہ رضی اللہ عنہ صحابی سے ہوا۔ ٦ بعثت نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کرتی ہیں۔ اور ادھر ہی ان کے خاوند کی رحلت ہوئی۔ اور ادھر ہی ان کے ہاں عبداللہ نامی بیٹا پیدا ہوا۔ اور یہ غزوہ خیبر کے

---

① [مسلم]

موقع پر مدینہ واپس آئیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما بن خویلد بن أسد بن عبدالعزیٰ القرشی الاسدی۔

ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔ اور یہ اول مولود/ پہلے ہیں جو ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین کے لیے ولادت پانے والے ہیں۔ مسلمان اس لیے بہت خوش ہوئے کہ قوم یہود نے اعلان کیا ہوا تھا کہ اب مسلمانوں کے ہاں بچے پیدا نہیں ہوں گے چونکہ ہم نے ان پر جادو کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی شدت کے ساتھ خوشی اس لیے بھی محسوس ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے صغر سنی میں کافی باتیں یاد رکھیں «وهو أحد العبادلة» اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہادر شجاعت والوں میں شمار ہوتے۔

«و أحد من ولي الخلافة أيضاً» بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ ہجرت کے بیس ماہ بعد پیدا ہوئے۔ «و قيل في السنة لا ولي» بہت روزے رکھنے اور بہت قیام اللیل کرنے والے تھے۔ اسی طرح بہت صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ انھوں نے حضرت سعد بن ابی السرح رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر افریقہ فتح کیا۔ اور یہ اپنے والد الزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یرموک میں شریک ہوئے۔ اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑائی کرتے رہے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگوں میں الگ رہے۔ اسی طرح بعض اہل شام کے علاوہ اہل الانصار نے بھی بیعت کر لی۔ پھر مراون بن حکم باقی اہل شام اور مصر پر قابض ہو گیا۔ پھر عبدالملک بن مروان عراق پر غالب آ گیا اور حضرت مصعب بن

الزبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ پھر حجاج نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کی تیاری کی۔ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں شہید کیا گیا۔

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے تینتیس (۳۳) احادیث روایت کی ہیں۔ چھ احادیث پر بخاری اور مسلم نے اتفاق کیا ہے جبکہ مسلم میں دو حدیثیں ہیں۔ ①

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بعثت نبوی کے تیسرے سال پیدا ہوئے ہجرت سے دس سال قبل۔ اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے اور ہجرت بھی کی۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں صغرسنی کی وجہ سے شامل اور شریک نہ ہو سکے مگر غزوہ خندق میں آپ ﷺ نے انھیں شامل ہونے کی اجازت دے دی اس وقت یہ پندرہ سال کے تھے۔ رسول پاک ﷺ کی حدیثیں یاد کرنے اور بیان کرنے والے مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے رسول مقبول ﷺ سے بہت سا علم روایت کیا ہے اسی طرح اپنے والد محترم سے اور حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم وغیرہم سے بھی۔ بیعت رضوان میں شامل تھے۔ یہ نیکی کرنے میں ایک نمونہ تھے اور علم وعمل کی دعوت دینے والے تھے۔ یہ متقی اور زاہد تھے۔ سخی عبادت گزار اور یہ نیکی میں سبقت لے جانے والے تھے شفقت و پیار کرنے والے بھی تھے۔

حضرت نافع سے یہ روایت ثابت و منقول ہے۔ «ما مات ابن عمر حتی أعتق ألف انسان أو زاد» حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ بھیجا مگر سال نہیں گذرا تھا کہ ان کے پاس کچھ باقی ہو۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال میں سخت مطابقت کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عمر میں برکت فرمائی اور

---

① [الإصابة في تميز الصحابة لابن حجر (۳۰۹/۲)، تهذيب أسماء اللغات للنووي (۲٦٦/۱)]

بڑھا دی جس سے لوگوں کو بہت نفع ہوا۔ تقریباً ۸۷ سال زندہ رہے۔ اور ۷۳ھ میں فوت ہوئے۔①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبدالمطلب شبیر بن ہاشم۔ ابن العباس نبی کریم ﷺ کے چچا کے بیٹے ہیں یہ ہجرت سے تین سال قبل شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے جب قریش نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ فتح مکہ کے سال اپنے والدین کے ساتھ دار الہجرۃ مدینہ منورہ منتقل ہوئے۔ اور وہ اس سے قبل اسلام لا چکے تھے اور یہ بات ان سے درست ثابت ہے کہ میں اور میری والدہ ہم «من المستضعفين» میں سے تھے «أنا من الولدان و أمي من النسآء» میں بچوں میں سے اور میری والدہ عورتوں میں سے تھی۔ نبی کریم ﷺ سے ان کی تقریباً تیس ماہ اڑھائی سال مصاحبت رہی ہے۔ آپ نے ان کے لیے «تَفَقُّه في الدين» اور «والعلم بالتأويل» کی دعا فرمائی تھی۔ «اللّٰهم فَقِهْهُ فِي الدِّيْنِ» اور بعض روایات میں «اللّٰهم عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ» اسی طرح الفاظ منقول ہیں۔ «اللّٰهم علمه الكتاب» .②

انھوں نے نبی کریم ﷺ سے بہت سا علم نقل کیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ان کے فتاویٰ بہت زیادہ ہیں۔ انھوں نے نبی مقبول ﷺ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں سے ۷۵ پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ جبکہ بخاری میں ایک سو بیس (۱۲۰) اور مسلم میں انچاس (۴۹) احادیث ہیں۔ ان سے بہت سے لوگوں نے علم روایت کیا ہے۔ ان میں سے تہذیب میں ۱۹۸ کا تذکرہ ہے۔

---

① [الإصابة في تميز الصحابة لابن حجر عسقلانی (۲/۳۴۷، ۵۰)]

② [البخاری مع الفتح (۷/۱۰، ۱۳/۲۴۵) و مسلم (۴/۱۹۲۷)]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں میں نے علم حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں دیکھا جو علم حدیث میں ان سے آگے ہو۔ اسی طرح ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے اسی طرح زیادہ فقیہ اور نہ ہی علم تفسیر القرآن میں۔ عربی شعر، حساب اور فرائض کے جاننے میں، چونکہ وہ ایک دن مجلس فقہ کے لیے اور ایک دن تأویل المسائل ایک دن مغازی ایک دن شعر اور ایک دن ایام العرب کے لیے تشریف فرما ہوتے، میں نے نہیں دیکھا ایسا عالم کہ جس کے لیے میں بیٹھا ہوں مگر خضوع کے ساتھ۔ جب کبھی کسی سائل نے سوال کیا تو اس کے پاس علمی جواب پایا۔ جب رسول مقبول ﷺ کی رحلت ہوئی تو ان کی عمر ۱۳ سال تھی اور ۷۱ سال زندہ رہے۔ طائف میں فوت ہوئے ۶۸ھ میں ۶۷، ۶۹ بھی لکھا جاتا ہے۔①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہؓ نام عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ «الإمام الفقه الحافظ الداعية العظيم» رسول اللہ ﷺ سے بہت سا علم امت تک پہنچانے والے۔ نبی کریم ﷺ سے ۵۳۷۴ احادیث روایت کرنے والے۔ اگرچہ بعض حقائق سے ناآشنا اور عناد کی بنیاد پر مختصر حیات مستعار سے غافل حضرات نے جامعہ صفہ، مدینہ منورہ کے شیخ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ تک کہہ دیا ہے۔ اور پھر ظلم یہ ہے اس معاندانہ روش سے تائب بھی نہیں ہو رہے اور نہ ہی رجوع کر رہے ہیں۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

بخاری مسلم نے ۳۲۶ احادیث پر اتفاق کیا۔ اور بخاری میں ۹۳ اور مسلم میں

① الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر (۳۳۰/۲) وسير أعلام النبلاء للذهبي (۳۳۱/۳، ۳۵۹)]

۱۹۸ احادیث ان سے مروی ہیں۔

«فَقَدْ حَمَلَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ عِلْمًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ» .

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت اور رسول مقبول ﷺ کی دعا کے سبب جو آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمائی۔ پھر ارشاد فرماتے تم لوگوں کا گمان ہو گا کہ میں اتنی زیادہ روایات جو نبی کریم ﷺ سے کرتا ہوں اگر میں کہوں تو اللہ حساب لینے والا ہے۔ اصل بات یہ ہے میں مسکین آدمی تھا رسول پاک ﷺ کی خدمت میں رہتا۔ تھوڑا سا مل گیا پیٹ بھرا گذارا کرلیا اور خدمت رسول ﷺ میں لگا رہا۔ جبکہ مہاجرین تو بازاروں میں تجارت میں مشغول ہوتے۔ اور انصار اپنے مالوں، باغوں اور زمینوں میں مشغول ہوتے۔

ایک دن کی بات ہے آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو میرے لیے کپڑا بچھائے حتیٰ کہ میں اس مجلس میں اپنی بات مکمل کرلوں۔ مجلس برخواست ہونے پر وہ کپڑا سمیٹ لے اس کے بعد جو کچھ وہ مجھ سے سنے گا بھولے گا نہیں۔ پس میں نے اپنا کپڑا چادر جو مجھ پر تھی میں نے بچھا دی پس اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے کبھی کوئی بات نہیں بھولی جو کچھ میں نے سنا۔ امام بخاری کا کہنا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو یا اس سے زائد لوگوں نے روایت کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ «وكان مع ذلك عاملاً بعلمه متواضعاً» علم کے مطابق عمل میں کرنے والے اور تواضع و انکساری سے زندگی بسر کرنے والے تھے ۷ھ میں اسلام قبول کیا۔ عہد فاروقی میں مفتی کے فرائض سرانجام دیتے رہے، مدینہ منورہ بقیع الغرقد میں دفن کیے گئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کا کہنا ہے کہ راجح قول یہ ہے ۵۷ھ میں فوت ہوئے اور ان کی ۷۸ سال عمر تھی۔ ①

---

① سير أعلام النبلاء (٢/٥٧٨، ٦٣٢)، الإصابة في تميز الصحابة لابن حجر (٤/٢٠٢، ٢١١)]

حضرت انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، ابوحمزہ الانصاری الخزرجی۔ خادم الرسول ﷺ اور مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ «و قرابته من النسآء» آپ کے شاگرد خاص اور ایک قول کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں۔ ہجرت سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ان کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول ﷺ یہ میرا بیٹا انس ہے میں اس کو آپ کے پاس لائی ہوں تاکہ آپ ﷺ کی خدمت کرے، آپ اس میرے بیٹے کے لیے دعا فرمادیں۔ آپ ﷺ نے اس کو چوما اور دعا فرمادی۔ جو آپ ﷺ نے دعا فرمائی وہ یہ ہے:

«اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَ بَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ وَأَطِلْ حَيَاتَهُ وَاغْفِرْ لَهُ وَ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ».

مال میں برکت کا اثر یہ تھا کہ عام لوگوں کے باغ سال میں ایک بار پھل دیتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتا تھا۔ جبکہ ۹۳ ہجری میں ایک سو تین سال کی عمر میں وفات پائی یہ درازی عمر دعا کا اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد میں بھی برکت فرمائی حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میری اولاد اور پوتے پوتیوں کی تعداد سو سے زائد ہے یہ دعائے رسول ﷺ کی برکت تھی۔

اس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی محترم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ «و شهد بَدْرًا صَبِيًّا» اس کے بعد تمام غزوات و مشاہد میں شریک ہوتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جب رحلت ہوئی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیس سال عمر تھی۔ «و

كان إمامًا، فقيهًا، داعية، و رَاوِيَةَ الإسلام» تھے۔ آپ ﷺ سے روایت کی اور بہت سا علم ہم تک پہنچایا ہے۔ دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث بیان کی ہیں۔ بخاری اور مسلم نے ۲۸۶ احادیث پر اتفاق کیا ہے۔ جبکہ بخاری میں ۸۳ اور مسلم میں ۸۱ مروی ہیں۔ اور ایک سو تین سال عمر پائی، اور صحیح قول کے مطابق ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔①

حضرت خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ قرشی عدوی اتنے بہادر تھے کہ ایک ہزار افراد کے برابر تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے تین ہزار شہسوار کی مدد طلب کی تو جواب میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف تین شجاع آدمی بھیج دیئے جن میں ایک زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ دوسرے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اور تیسرے خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے کہنے پر قاضی بنے اور ۴۰ ہجری میں رمضان المبارک میں شہید ہوئے۔

صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ الطُّفَيْلُ وَ أَصْحَابُهُ فَقَالُوْا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ دَوْسًا قَدْ كَفَرَتْ وَ أَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا، فَقِيْلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ».

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب طفیل دوسی اپنے ساتھیوں سمیت دربار نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے

① [الإصابة في تميز الصحابة لابن حجر (۱/۷۱، ۷۲)، و سير أعلام النبلاء للذهبي (۳/۲۹۵، ٤۰٦)]

رسول ﷺ دوس قبیلہ ایسا ہے کہ اس نے کفر بھی کیا ہے اور اسلام قبول کرنے سے انکار بھی کیا ہے لہذا اس کے خلاف دعا فرما دیں۔ بعض لوگوں نے کہا اب سمجھو کہ دوس قبیلہ مارا گیا تو آپ ﷺ نے دوس قبیلے کی ہدایت کی دعا فرما دی۔ فرمایا اے اللہ ان کو ہدایت عطا فرما اور تابعدار بنا۔ اور اس طرح دوس قبیلہ کیلئے ھادی عالم رحمت عالم کی دعا کو کامیاب وکامران فرما دیا۔"

نجاشی بادشاہ

نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جس طرح روم کے بادشاہ کو قیصر اور ایران کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے تھے اور حضرت نجاشی کا نام اصحمہ بن ابجر رضی اللہ عنہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ۶ ہجری کے آخر میں یا ۷ ہجری محرم میں عمرو امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ذریعہ قبول اسلام کی دعوت دی نجاشی نے آپ ﷺ کے مکتوب مبارک کو بوسہ دیا خط آنکھوں پر لگایا اور تخت سے اتر آیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ غزوہ تبوک ۹ ھ کے بعد ماہ رجب میں وفات پائی۔

تذکرہ عشرہ مبشرہ

جناب عبدالرحمٰن بن الاخنس سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، جب ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: ''دس اشخاص جنتی ہیں، نبی ﷺ جنت میں ہیں: ''ابوبکر جنت میں ہیں' عمر جنت میں ہیں' عثمان جنت میں ہیں' علی جنت میں ہیں' طلحہ جنت میں ہیں' زبیر بن عوام جنت میں ہیں' سعد بن مالک جنت میں ہیں رضی اللہ عنہم'' اگر میں چاہوں تو دسویں کا نام بھی لے سکتا ہوں لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا وہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ ①

دوسری روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أبو بكر فى الجنة و عمر فى الجنة و عثمان فى الجنة وعلى فى الجنة و طلحه فى الجنة و الزبير فى الجنة و عبدالرحمن بن عوف فى الجنة وسعد بن ابى وقاص فى الجنة و سعيد بن زيد فى الجنة و ابو عبيده بن الجراح فى الجنة».

''ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہے، علی رضی اللہ عنہ جنتی ہے، طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہے، زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہے، سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنتی ہے، اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ ②

---

① [سنن ابوداؤد، رقم (٤٦٤٩) وسنن الترمذی (٣٧٥٧) وسنده حسن]

② [سنن ترمذی]

ان ہی اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں جناب سید نواب صدیق الحسن خان مرحوم اپنی تفسیر فتح البیان میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ کہ قرآن پاک میں سورۃ الفتح میں ارشاد ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں۔“

«والذين معه ابوبكر الصديق اشداء على الكفار عمر بن خطاب رحماء بينهم عثمان بن عفان تراهم ركعا سجدا على بن ابى طالب يبتغون فضلا من الله و رضوانا بقية اصحابه رضی اللہ عنہم» .

”حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کافروں پر سخت ہیں وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں آپس میں رحم دل ہیں وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں رکوع اور سجدے کرنے والے سے مراد وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور جو اللہ کی رضا مندی کی جستجو میں ہیں وہ آپ کے باقی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم ہیں۔“

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«قُتِلَ عَبْدُاللّٰهِ يَوْمَ أُحُدٍ فَاَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ» .

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد کے دن شہید ہو گئے تھے تو میں نے ان کی میت کو چھ ماہ کے بعد نقل مکانی کے لیے نکالا تو وہ اسی طرح ہی تھے جس طرح وہ دفن کیے گئے تھے کہ جس طرح انہیں قبر میں رکھا تھا۔

زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں۔

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔

③ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث مروی ہیں۔

④ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں۔

⑤ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں۔

⑥ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث مروی ہیں۔

زیادہ فتویٰ دینے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء گرامی

① حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

② حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

③ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

⑤ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

⑥ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا:

«قال یارسول الله ﷺ انی احب هذه السورة ﴿قل هو الله احد﴾ قال إن حبك إياه أدخلك الجنة». ①

''اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس سورۃ قل ھو اللہ احد (اخلاص) سے محبت کرتا ہوتو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا اس سورت سے محبت کرنا تجھے جنت میں داخل کردے گا۔''

اس روایت کو امام ترمذی اور امام بخاری نے بالمعنی بیان کیا ہے۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ کا نام کلثوم بتاتے ہیں مگر بعض نے کرزم بھی بتایا ہے مگر پہلی بات درست کہی جاسکتی ہے۔

---

①[الترمذی ورواه البخاری]

فضائل امہات المؤمنین وصحابیات رضی اللہ عنہن

ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

⭘ رسول اللہ ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں اور آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئی ہے حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اور بیٹے قاسم اور عبد اللہ جن کے لقب طاہر اور طیب تھے۔ اور ایک صاحبزادہ حضرت ماریہ قبطیۃ کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم تھا۔ جس نے مدینہ منورہ میں اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پائی تھی۔

⭘ جنتی عورتوں میں سب سے اعلی و افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ حضرت مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں رضی اللہ عنہن۔ ①

⭘ حدیث شریف میں فرمان ہے مردوں میں تو کامل بہت ہوئے ہیں مگر عورتوں میں کامل صرف فرعون کی بیوی آسیہ، مریم بنت عمران اور خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہن ہیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا

⭘ ام عبداللہ کنیت اور لقب حمیراء ہے۔ وأفقه نساء الأمة على الإطلاق رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى الطَّعَامِ» .

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید

① [مسند احمد، مجمع الزوائد]

کھانے کو تمام کھانوں پر۔“

جب عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا جو کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے عاریتاً لیا ہوا تھا تو تیمّم کی آیت نازل ہوئی تو حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«جزاك الله خيرا فوالله مانزل بك امر قط الا جعل الله لك منه مخرجا وجعل للمسلمين فيه بركة». ①

رسول کریم ﷺ نے ایک بار تبصرہ کرتے ہوئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

«لَا تُؤْذِيْنِي فِي عَائِشَةَ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَى الْوَحْيِ وَ أَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا».

”اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا مجھے عائشہ کے بارہ میں ایذا نہ دو اللہ کی قسم مجھ پر کبھی وحی نہیں آئی اور میں کسی بیوی کے ساتھ لحاف میں ہوتا مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی عورت ہے اور ایسی میری بیوی ہے کہ میں اس کے ساتھ لحاف میں بھی ہوتا تو آسمانی وحی نازل ہوتی ہے۔

اور یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت میں شامل ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی خاتون ہیں کہ تمام ازواج مطہرات میں سے چھوٹی عمر میں آپ ﷺ سے نکاح ہوا یعنی چھ سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی اور جب نبی کریم ﷺ کی رحلت ہوئی تو عمر اٹھارہ سال تھی اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں رفاقت نو برس رہی اور رحلت کے بعد تقریباً اڑتالیس سال زندہ رہیں۔

ایک بات ذہن نشین فرمالیں۔تاریخ عرب میں اکیس برس کی نانی ثابت ہے۔②

① [صحيح بخاری جلد اول ص:۵۳۲]

② [حاشیہ صحیح البخاری]

اسی طرح تاریخ عالم میں کم عمر کی مائیں اور بڑی عمر کی مائیں کے حوالہ سے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ چونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

۱۔ اردو اخبار کا مع تصویر تراشا ہے۔ ارجنٹائن کے دارالحکومت بیونس آئرز میں دس سالہ لڑکی مارتا نے ایک صحت مند بچے کو جنم دیا۔①

۲۔ رونامہ جنگ ۲۳ جنوری ۱۹۸۸ء لاہور تصویر کے ساتھ نو سالہ ثریا کی تین شادیاں ہو چکی تھی دو بچوں کی پیدائش کے بعد گھر سے بھاگ گئی جنگ فارن ڈیسک نے یہ خبر واشنگٹن کے حوالے سے لگائی۔

۳۔ ڈان منگل ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء آٹھ سالہ لڑکی ماں بن گئی یہ واقعہ ملتان سے ایک سو تین کلومیٹر دور علی پور میں ہوا۔

۴۔ ۲ دسمبر ۲۰۰۸ء روس میں کم ترین عمر میں ماں بننے والی لڑکی کی عمر گیارہ سال تھی۔

۵۔ لندن: یکم نومبر ۲۰۰۹ء بلساریا میں ایک گیارہ سالہ سکول کی طالبہ نے اپنی شادی کے موقع پر بچے کو جنم دیا۔ نیوز آف دی ورلڈ۔ کورڈرزا کے مطابق وہ دلہن کے لباس میں ہسپتال آئی۔ بچہ جننے کے بعد ایک رات اپنے بچے کے ساتھ گزارنے کے بعد اپنا شادی والا لباس پہن کر شادی کی تقریب کے لیے واپس چلی گئی جبکہ تیرہ سال میں ماں بننے کا وہاں عام رواج ہے۔

۶۔ ۳ فروری ۲۰۱۰ء چائنہ میں نو سالہ ماں بننے والی دنیا کی کم ترین عمر والی لڑکی ہو گئی۔

۷۔ تاریخ انسانی کا عجوبہ ۱۴ مئی ۱۹۳۹ء مدرز ڈے والے دن پانچ سال آٹھ ماہ والی عمر کی لڑکی نے ۲۸۰۰ گرام وزن والے بچے کو جنم دیا۔ بچہ اور ماں دونوں صحیح سلامت ہسپتال سے چلے گئے کمپیوٹر میں ماں اور بچے کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے

① [۱۹ اکتوبر ۱۹۷۱ء]

ماں کا نام لینا میدینا تھا اور واقعہ پیرو میں وقوع پذیر ہوا۔

اسی طرح معمر مائیں بھی پائیں گئیں ہیں۔

۱۔ بوکالیٹ ۲۔ رومانیہ

۱۷ جنوری ۲۰۰۵ء ۶۶ سالہ بچوں کے لیے کہانیاں لکھنے والی ہر منیر ایڈری اپنا دنیا کی معمر ترین بچہ جننے والی عورت بن گئی۔

۲۔ ریڈنگ کیلیفورنیا

(۲۱) جنوری ۲۰۰۶ء دنیا کی معمر ترین بچہ جننے والی عورتوں میں شامل ہونے والی ۶۲ سالہ دادی نے کامیابی سے ایک بچے کو جنم دیا۔

۳۔ لندن

۱۸ مئی ۲۰۰۹ء اے بی سی نیوز ۶۶ سالہ ازبتھ ایڈینی برطانیہ کی معمر ترین بچہ جننے والی عورت ہوگئی۔ اس خبر کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ۲۰۰۶ء میں سپین کی کارمیلا بوسارہ نے ۶۷ سال کی عمر میں بچہ جنا تھا اور مکاری نپوار نے ۷۰ سال کی عمر میں اکٹھے دو بچوں کو جنم دیا۔

۴۔ صوفیہ جمعرات

۳ مئی ۲۰۱۰ء ڈان انٹرنیشنل بلغاریا کی ایک ۶۲ سالہ عورت نے اکٹھے دو بچوں کو جنم دے کر ملک کی معمر ترین ماں بننے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ یہ نظام ولادت رب السموات والارض کے پاس اور اختیار میں ہے باقی کائنات کی اس میں بے بسی نظر آتی ہے۔ یہ معلومات مجلہ الاعتصام لاہور کے شمارہ نمبر ۱۲۹ اکتوبر ۲۰۱۰ء، ۲۰ ذی القعدہ ۱۴۳۱ ہجری میں موجود ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

سیدہ أم حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔ ام حبیبہ کنیت ہے نام رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ بن

عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی ہے۔ان کی والدہ صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ ہے یہ نہایت قدیم الاسلام یعنی بہت پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں ہیں۔ان کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش تھا جو ان کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گیا تھا۔رائم الخمر ہونے کی وجہ سے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائیت قبول کر کے مرتد ہو گیا تھا۔مگر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں۔ان کے حالات کے بارہ میں نبی کریم ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ الفہری رضی اللہ عنہ کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا اور تحریرا فرمان نبوی ﷺ تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شادی کا پیغام پہنچائے۔تو شاہ حبشہ نے اپنی لونڈی بھیجی جبکہ اس سے قبل حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خواب میں دیکھ چکی تھیں کہ ان کو کوئی شخص ام المومنین کہہ رہا ہے اللہ کے لئے اظہار تشکر کرتے ہوئے اپنا زیور لونڈی کو دے دیا۔شاہ حبشہ نجاشی نے مجلس نکاح منعقد کی اور اس مجلس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین مسلمانوں کو مدعو کیا نجاشی نے خطبہ پڑھا

الحمدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ الْمُتَكَبِّرِ اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ وَ انه الداعی بَشَّرَ بِهِ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ، اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اِلَيَّ اَنْ اُزَوِّجَهُ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ.

فَاَجَبْتُ اِلٰى مَا دَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ قَدْ اصدا اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارًا.

اور پھر قوم کے سامنے دینار رکھ دیئے پھر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے خطبہ پڑھا پھر نجاشی کی طرف سے تمام حاضرین کو کھانا بھی کھلایا گیا۔حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے جو روایات منقول ہیں ان میں متفق علیہ ۲ (دو) ہیں ۔صحیح مسلم میں ایک ہے دیگر کتب احادیث میں ۶۲ (باسٹھ)ہیں جبکہ تمام روایات ۶۵ (پینسٹھ) ہیں ۔ان کے والد کا نام ابوسفیان صخر بن حرب ہے۔بعض اقوال کے مطابق فتح مکہ کے ایک دو دن قبل اسلام قبول کیا۔غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ کے ہم رکاب تھے ام المؤمنین کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتح شام کے لئے جن سرداروں کو مامور کیا تھا ان میں سے یہ بھی تھے۔

انہوں نے ۱۹ ہجری میں دمشق میں وفات پائی ۔ام المومنین کی دوسری والدہ سے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے بیس سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر تقریبا ساڑھے انیس سال تک شام کی سلطنت کی یہ بنی امیہ کے بانی تھے۔۲۲ رجب ۶۰ ہجری کو ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی ۔حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ آئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی ربیبہ کہلاتی ہیں۔①

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

ان سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے چند دن بعد اور نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں شادی کی ۔آپ ﷺ سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنے چچیرے بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ وہ بھی قدیم الاسلام تھا۔ حبشہ میں اس کا انتقال ہوگیا تھا۔ وہ واپس آ گئیں تو عدت ختم ہونے پر آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”مجھے سب سے زیادہ یہ بات پسند آئی اور میں نے چاہا کہ میں بھی سودہ

① [رحمتہ للعالمین، جلد دوم]

بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جیسی بن جاؤں، فرماتی ہیں کہ جب وہ عمر رسیدہ ہوگئی تو اس نے اپنی باری مجھے دے دی اور یہ کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی باری عائشہ کو ہبہ کرتی ہوں، اس طرح رسول اللہ ﷺ دو دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کرتے، ایک دن اس کا اور ایک دن سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا۔"(1)

سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

ان کے پہلے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو غزوہ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور بعد میں غزوہ احد سے قبل رحلت کر گئے اور وہ بیوہ ہو گئیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حفصہ کے بارے میں پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شادی کی پیشکش کی۔ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی انھوں نے کہا میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دونوں کی بے رخی سے دلی صدمہ ہوا اور غصہ آیا اور اس صورت حال کو دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوئے اور اسکی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

"حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ شادی کرے گا جو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ اس سے شادی کرے گا جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے رشتہ طے کر لیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اللہ ﷺ سے کر دی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دی۔

جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی کریم ﷺ

(1) [رحمة للعالمين (٢/ ١٦٥)]

سے کردی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: عمر! آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں، دراصل بات یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں رازدانہ بات کی تھی۔ جب آپ نے مجھے شادی کی پیشکش کی تو میں نے اس لیے خاموشی اختیار کی کہ کہیں یہ راز فشا نہ ہو جائے، اگر آپ ﷺ اس سے شادی نہ کرتے تو میں اس سے شادی کر لیتا۔①

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ان کا تعلق قبیلہ بنو ہلال بن عامر سے تھا، مسکینوں پر رحم وشفقت اور رقت رأفت کے سبب ان کا لقب ام المساکین پڑ گیا تھا اور یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے چار ہجری میں ان سے نکاح کر لیا۔ مگر صرف آٹھ سال رسول اکرم ﷺ کی زوجیت میں رہ کر وفات پا گئیں۔

سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

یہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ جمادی الاخری چار ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے انتقال کے بعد شوال چار ہجری میں آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

آپ پردہ دار، طاہرہ، اللہ کی تلوار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا کی بیٹی اور اسی طرح یہ ابوجہل بن ہشام کے چچا کی بیٹی تھیں، یہ ان خواتین میں سے ہیں جنھیں پہلے مرحلے میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، نبی کریم ﷺ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے یہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔"

① [حياة الصحابة (١/ ٤٧٦)]

سیدہ زینب بنت جحش بن ریاب رضی اللہ عنہا

ان کا تعلق قبیلہ بنو اسد بن خذیمہ سے تھا یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں ان کی شادی پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، یہ آپ ﷺ کا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) تھا اور ان سے سلسلہ زوجیت زیادہ دیر نہ چل سکا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی ان کی عدت ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ نے فرمان جاری کر دیا:

﴿فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾ [الاحزاب:۳۷]

''اور جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔''

جبکہ سورہ احزاب کی کئی اور آیات نازل ہوئیں ان میں متبنیٰ (لے پالک) کا فیصلہ کر دیا کہ یہ دور جاہلیت کے قانون کی طرح نہیں ہے بلکہ متبنیٰ کی مطلقہ بیوی یا بیوہ ہو جائے تو وہ نکاح کر سکتا ہے۔ تو اس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ذیقعدہ پانچ ہجری میں یا اس سے کچھ عرصہ پہلے ہوا۔

امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے کہا کرتی تھیں کہ مجھ میں تین خوبیاں ایسی پائی جاتی ہیں جو آپ کی کسی بیوی میں نہیں پائی جاتیں۔

۱۔ پہلی خوبی یہ ہے کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے۔

۲۔ دوسری خوبی یہ کہ آپ سے میرا نکاح آسمان پر ہوا۔

۳۔ تیسری خوبی یہ ہے کہ نکاح کیلئے سفارت کے فرائض جبرائیل علیہ السلام نے ادا کیے۔ ①

سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ان کے والد قبیلہ بنو خزاعہ کی شاخ بنو المصطلق کے سردار تھے۔ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

① [البداية والنهاية (۴/۱۴۶)]

غزوہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں لائی گئیں تھیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں انہوں نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے مکاتبت کرلی یعنی ایک مقررہ رقم کے عوض آزاد کردینے کا معاملہ طے ہوگیا۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں جو اپنی قوم کے سردار تھے۔ اس وقت جس مصیبت سے میں دوچار ہوں، وہ آپ ﷺ سے مخفی نہیں۔ میرے مقام سے بھی آپ ﷺ باخبر ہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ میں قیس بن شماس کے حصے میں چلی گئی ہوں۔ میں نے اپنی آزادی کے بدلے اس کو رقم دینا طے کرلیا ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر اس لیے ہوئی ہوں کہ آپ ﷺ سے مطلوبہ رقم کے سلسلہ میں تعاون حاصل کروں''۔

آپ ﷺ نے استفسار کیا:

''اگر تیرے لیے اس سے بھی بہتر صورت پیدا ہوجائے تو..؟''

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

''وہ کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول ﷺ!''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تیری رقم میں ادا کرتا ہوں اور تجھ سے شادی بھی کرلیتا ہوں''۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''جی ہاں! یہ تو مجھے قبول ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں:

''لوگوں نے جب یہ خبر سنی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حارث کی بیٹی جویریہ

رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی ہے تو لوگ کہنے لگے: یہ بنو مصطلق والے تو اللہ کے رسول ﷺ کے سسرال بن گئے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے گرفتار قیدیوں کو آزاد کر دیا"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اللہ کے رسول ﷺ کی جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنو مصطلق کے ایک سو گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔ چنانچہ مجھے نہیں معلوم کہ کوئی عورت اپنی قوم کے لیے اس قدر بابرکت ثابت ہوئی ہو جس قدر کہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے بابرکت ثابت ہوئیں"۔ ①

سیدہ صفیہ بنت حُیَی بن اخطب رضی اللہ عنہا

یہ بنی اسرائیل سے تھیں اور غزوہ خیبر میں قید ہو گئیں تھیں مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے لیے پسند فرمایا اور آزاد کر کے شادی کر لی۔

«وَجَعَلَ عِتْقَهَا صِدَاقَهَا» .

"اور آپ ﷺ نے انکی آزادی کو ہی مہر شمار کیا"

یہ فتح خیبر سات ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔ ②

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی دونوں آنکھوں پر نیل پڑے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ آپ کی دونوں آنکھوں پر نیل کیسے پڑا..؟ انھوں نے کہا: میں نے اپنے خاوند سے کہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ چاند میری گود میں آگرا ہے تو اس نے مجھے تھپڑ رسید کر دیا اور

---

①[سنن ابی داوٗد، العتق، باب فی بیع المکاتب إذا فسخت المکاتبة (۳۹۳۱)]

②[صحیح مسلم، النکاح، باب فضیلة إعتاقه أمته ثم يتزوجها (۱۳۶۵) (۱٤۲۸) وطبقات ابن سعد(۸/۱۲۷)]

غصے سے کہا: کیا تو یثرب کے بادشاہ کے خواب دیکھ رہی ہے..؟ وہ کہتی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت انتہا درجے کا بغض تھا کیونکہ انھوں نے میرے والد اور میرے خاوند کو قتل کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ مجھے مسلسل دلاسہ دیتے رہے اور فرمایا:

''صفیہ تیرے باپ نے میرے خلاف عربوں کو جمع کیا اور طرح طرح کی ریشہ دوانیاں کیں۔''

آپ کے اس ہمدردانہ اور شفقت بھرے سلوک کی وجہ سے میرا دل بالکل صاف ہو گیا۔

سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

یہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں ان سے رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ سات ہجری میں عمرہ قضاء سے فارغ ہونے کے اور صحیح قول کے مطابق احرام سے حلال ہونے کے بعد شادی کر لی۔ مقامِ سرف میں ان کا نکاح ہوا تھا اور سرف میں ہی انہوں نے انتقال بھی کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا، صحاح میں ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ''یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔①

①[بخاری، جزاء الصید، باب تزویج المحرم (١٨٣٧) و مسلم (١٤١٠) والاصابة (٤/٤١١-٤١٢)]

فقہاءِ مدینہ

سات معروف فقہاء کرام ؒ

خلافت راشدہ کے اس مبارک عہد میں امت مسلمہ کی راہنمائی خود امیر المومنین سرانجام دیتے رہے۔ خلافت ، اموی اور عباسی کے ادوار میں یہ کمی محسوس ہونے لگی۔ حلال وحرام کے متعلق اور اس علم وفضل کے متعلق اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے صحابہ کرام کے تربیت یافتہ اور جلیل القدر تابعین کے ایک گروہ نے اپنے اخلاص، گہرے علم کتاب وسنت اور شواھد ونظائر خلافت راشدہ سے مکمل واقفیت کے ساتھ سیرت وکردار میں اتنا مقام حاصل کر لیا تھا کہ پوری امت کی نگاہیں ان پر مرکوز ہونے لگیں اور زندگی کے عمومی مسائل ومعاملات میں رہنمائی کے لیے انہی کی طرف رجوع کیا جانے لگا تاریخ اسلام میں تابعین کے اس گروہ کو (فقہاء مدینہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تابعین عظام میں یہ وہ سات شخصیات ہیں جن کے نام کے فتاویٰ اور فرمودات پر عالم اسلام اور جملہ اہل علم انحصار کرتے رہے ہیں بعض اہل علم نے ان سات فقہاء میں دو اور بزرگوں کو بھی شامل کر لیا ہے اور وہ حضرت سلمہ ؒ ابن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف اور حضرت سالم رحمہ اللہ بن عمرؓ ہیں۔

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ

آپ کا نام سعید بن المسیّب ابو محمد کنیت اور فقیہ الفقہاء لقب تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم المسیب صحابی رسول ﷺ بھی ہیں اور وہ بیت رضوان میں شریک بھی تھے اور اپنی گزران بذریعہ تجارت پوری فرماتے ان سے سات احادیث مروی ہیں دو احادیثیں متفق علیہ یعنی بخاری اور مسلم میں ہیں اور ایک میں امام بخاری منفرد ہیں اور سردار ابو طالب کے بھی راوی ہیں رسول کریم ﷺ کی صحبت کے علاوہ حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے فیض یاب ہیں اس طرف ان کے صاحبزادے حضرت سعید ان ہی سے روایت کرتے ہیں حضرت سعید کے دادا حزن بھی صحابی رسول ہیں اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے کیونکہ آپ کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور صحابیات سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت حسان بن ثابت، حضرت حکیم بن حزام، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو قتادہ، حضرت ابو موسی اشعری، حضرت ابو سعید الخدری اور ان کے والد محترم میتب، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت فاطمہ بنت قیس وغیرہ رضی اللہ عنہم جمیعًا اور اس طرح بعض تابعین سے بھی استفادہ فرمایا ہے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپ کے سماع میں اختلاف ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے: انه احد العلماء . یہ اہل علم میں سے ایک ہیں بلکہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فیصلہ جات کے

بارہ میں جتنا علم انہیں تھا کسی دوسرے کو نہیں تھا (تہذیب التھذیب) اور کبھی یہ فرمایا کرتے تھے: واللہ احد المتضمنین (ابن خلقان) اللہ کی قسم یہ ایک قانون دان ہے حدیث رسول ﷺ کے احترام کا یہ انداز تھا کہ لیٹ کر حدیث بیان کرنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔ جملہ فضائل میں تابعین کے رئیس تھے اور فقہاء کے شمار میں آپ کا نام سب سے سربلند تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم بیان فرماتے ہیں رسول اللہ کے چار صحابہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کے انتقال کے بعد تمام اسلامی شہروں میں علم فقہ میں موالی چھا گئے ہیں۔

چنانچہ مکہ میں عطاء، یمن میں طاؤس، یمامہ میں یحییٰ ابن کثیر اور بصرہ میں حسن بصری، کوفہ میں ابراہیم نخعی، شام میں مکحول اور خراسان میں عطاء مسند فقہ پر فائز رہے ہیں صرف مدینہ منورہ میں یہ اعزاز قوم قریش کے مسلمہ امام حضرت سعید بن المسیب کے حصہ آیا۔

ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

«هُوَ مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِيْنَةِ جَمَعَ بَيْنَ الْحَدِيْثِ وَ التَّفْسِيْرِ وَ الْفِقْهِ وَالْوَرَعِ وَالْعِبَادَةِ».

"حضرت سعید بن المسیب ایسی شخصیت تھے کہ جنہوں نے اپنے اندر حدیث تفسیر فقہ کے علم وفضل جمع کرنے کے ساتھ ساتھ عبادت میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔"

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کا ہر عالم اپنا علم لیے میرے پاس آتا ہے مگر سعید بن مسیب رحمہ اللہ کبھی نہیں آئے بلکہ میں ان کے علم کو اپنے پاس لانے کی کوشش کرتا ہوں۔

علوم شریعت میں تفوق اور برتری کے ساتھ ساتھ علم تعبیر الرؤیا میں بھی فائق تھے۔

یہ فن انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے حاصل کیا تھا اور انہوں نے اپنے والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا۔ عبادت گزاری میں بھی بے حد رغبت و محبت رکھتے تھے ذکر و اذکار میں بھی نمایاں طور مصروف رہے۔ نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ خاص طور پر جب حرہ کی لڑائی میں شامی فوجوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا اور یہ تین دن تک بازار گرم رہا اس عظیم فتنہ میں بھی حضرت سعید بن المسیب نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا۔ اسی طرح آپ کا معمول تھا کہ ایام تشریق اور عیدین کو چھوڑ کر عموماً روزہ دار ہوتے۔ اسی طرح عموماً ہر سال حج کے لیے بھی تشریف لے جاتے۔ آپ بڑے پرہیزگار انسان تھے۔ اور اکثر و بیشتر ائمہ دین کی طرح ذریعہ معاش بھی تجارت تھا چنانچہ آپ کی زندگی اہل علم کے لیے عبرت آموز اور قابل قدر تقلیدی نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ تجارت کی وجہ سے کافی خوشحال تھے اور آپ کا شمار کافی آسودہ حال دولت مندوں میں ہوتا تھا اس کے باوجود آپ نے اپنی بیٹی کی شادی ایک نادار مفلس مگر صاحب علم دیندار طالبعلم سے کر دی اور اس کی پانچ ہزار اور دوسری روایت میں بیس ہزار روپے سے اس کی مدد فرمائی۔ دولت مند اور فارغ البال ہونے کے باوجود آپ ہمیشہ سادہ اور کفایت شعاری کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے پر تکلف کھانے اور قیمتی لباس میں مال صرف کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بنو امیہ کی شامی حکومت کے خلاف حجاز میں ایک نئی حکومت قائم ہوئی جس کے سربراہ حضرت عبداللہ بن الزبیر مشہور صحابی رسول رضی اللہ عنہ تھے۔ مدینہ کا گورنر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بنا دیا گیا۔ اس موقع پر بھی حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے دعوت بیعت قبول نہیں فرمائی اور فرمایا جب

تک تمام اہل اسلام یا کم ازکم اکثریت کا ان کی خلافت پر اتفاق نہیں ہو جاتا میں بیعت نہیں کروں گا۔ ملوک و سلاطین سے تعلقات رکھنے سے آپ نے استغنار سے کام لیا جس نے ہمیشہ آپ کو امراء اور سلاطین کے سامنے نیازمندی کی ذلت سے محفوظ رکھا۔ اسی طرح آپ کاروبار کے لیے منڈی اور بازار جانے کے سوا کسی کے گھر جانا پسند نہیں کرتے تھے آپ نماز عبادات اور تعلیم و تدریس کے لیے مسجد نبوی میں حاضر رہتے آپ کے داماد کثیر بن ابی وداعہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ چالیس سال سے کسی نے آپ کو اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ آتے جاتے نہیں دیکھا۔

ویسے آپ یتیموں، بیواؤں اور بے کسوں کے انتہائی محسن تھے۔ جاہلوں اور ناواقفوں کے راہنما تھے۔ آپ نے حسین وجمیل صاحبزادی حافظ قرآن اور سنت رسول کی عالم اور شوہر کے حقوق و آداب سے پوری طرح واقف بیٹی کی شادی ایک غریب اور مفلس انسان سے کر کے ملوک پرستی اور شاہنوازی کے خلاف آپ نے غریب پروری کی ایک ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر نہیں ملتی اور وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ یہ ہی وہ لڑکی ہے جس کے رشتہ کے لیے خلیفہ عبدالملک نے اپنے بیٹے ولید کے لیے پیغام نکاح بھیجا تھا اور یہ لڑکا ولی عہد بھی تھا۔ خلفاء بنومروان کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں رہے چونکہ انہوں نے توہین مار پیٹ اور قید و بند کے مصائب میں مبتلا رکھا آپ سے بنوامیہ کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا میں تو وہ ہی کہوں گا جو میرے اللہ نے حکم دیا ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴾.

''اے اللہ ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گزر گئے ہیں معاف فرمادے۔''

آپ کے بہت اچھے ملفوظات بھی ہیں۔ آپ کی اولاد کی نیک نامی کو آپ سن

چکے ہو آپ کا ایک لڑکا محمد نامی علم الانساب کا ماہر تھا۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کا بیٹا محمد، سالم بن عبداللہ، امام بن شہاب زہری، امام مکحول اور کافی شخصیات ہیں۔ وفات کے وقت آپ کے پاس دو یا تین ہزار درہم تھے فرماتے تھے میں نے یہ مال دین اور عزت بچانے کے لیے پاس رکھا ہوا ہے۔ ۷۹ سال عمر پا کر ۹۴ ہجری میں ولید بن عبدالملک کے عہد میں عالم اسلام کا عظیم فرزند تقریبا نصف صدی علم وعرفان کی روشنی پھیلانے کے بعد مدینہ منورہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ تاریخ میں ۹۴ ہجری کو سنۃ الفقہاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ اس ہی سال بڑے بڑے نامی گرامی فقہاء کا انتقال ہوا تھا۔

حضرت عروہ رحمہ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام اور ابوعبد اللہ کنیت ہے آپ کی پیدائش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھٹے سال ہوئی اور اپنے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے تقریبا بیس سال چھوٹے تھے تو اس حساب سے آپ ۱۹ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے جبکہ علامہ حافظ ابن کثیر نے ۲۳ ہجری میں آپ کی ولادت کو صحیح قرار دیا ہے۔ آپ کے والد محترم جناب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ صحابہ کرام میں تھے حضرت عمر نے اپنی وفات سے چند روز قبل جو خلیفہ کے انتخاب کی کمیٹی بنائی تھی۔اس کے رکن بھی تھے۔حضرت زبیر کے لیے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا:

«لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَ حَوَارِيُّ الزُّبَيْرُ».

''ہر نبی کا حواری اور مددگار رہا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔''

حضرت عروہ کی والدہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی۔جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عروہ رحمہ اللہ کی خالہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے نانا ہیں اور عروہ کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ہم زلف ہیں۔آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر شام اور مصر کے علاوہ تقریبا عالم اسلام پر کئی سالوں تک علم اقتدار لہراتے رہے آخر کار خلافت بنو امیہ کے دور ۷۳ ہجری میں جام شہادت نوش فرمایا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے دور میں حالات اعتدال پر تھے تو ایک بار عبدالملک بن مروان حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بھائی مصعب بن زبیر اور عروہ بن زبیر مسجد حرام میں جمع ہوئے تو عروہ بن زبیر نے جو اپنا اظہار خیال فرمایا وہ یہ تھا مجھے کسی اقتدار اور جاہ وجلال کی حاجت نہیں بلکہ

خواہش ہے کہ آخرت میں جنت ملے اور دنیا میں دین کے علوم سے وافر حصہ پاؤں۔ اور اللہ کی مخلوق مجھ سے فیض یاب ہو۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کہا کرتے تھے جس نے جنتی شخص دیکھنا ہے وہ عروہ بن زبیر کو دیکھ لے۔

آپ چند علماء فقہاء اور محدثین میں شمار ہوتے ہیں جن حضرات کو فائق سمجھا جاتا ہے آپ کے اساتذہ کرام حضرت زبیر بھائی حضرت عبداللہ، حضرت علی، حضرت سعید بن زید، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ عمر، حضرت اسامہ بن زید، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم اور خواتین میں آپ کی خالہ حضرت عائشہ والدہ حضرت اسماء، حضرت ام حبیبہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہن اور اسی طرح تابعین میں سے حضرت نافع بن جبیر، حمران مولیٰ عثمان، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہم اللہ وغیرہ حضرات تھے۔

علوم کتاب وسنت میں معرفت دین اور فہم الاسلام میں جو مقام ام المومنین حضرت عائشہ کا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے چنانچہ آپ کی تعلیم وتربیت میں جتنا حصہ آپ کی خالہ حضرت عائشہ کا ہے کسی دوسرے کا نہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ہم دور جاہلیت میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو گناہ سمجھتے تھے اب کیا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ حضرت عروہ بن زبیر کو سورۃ یوسف کی آخری آیت میں غلط فہمی ہوئی۔ تو اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ لفظ کذبوا کو تخفیف کے ساتھ پڑھیں گے یا تشدید کے ساتھ؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ تشدید کے ساتھ پڑھیں گے۔ تو اس طرح آیت کے معنی یہ ہونگے۔ کہ جب رسول اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے گمان کیا کہ ان کی تکذیب کر دی گئی تو ان کے پاس ہماری مدد آئی۔ اپنے حافظے پر اعتماد کرتے ہوئے قرآن پاک کے علاوہ دوسری چیزوں کا لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ علم وفضل میں حضرت

عائشہ کے علاوہ مدینہ منورہ میں مقیم تمام صحابہ کرام کا علم بھی جمع کر لیا تھا اور اپنے ہم عصر تابعین عظام سے بھی کسب فیض میں سستی اور غفلت نہیں برتتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ عروہ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں آپ کی جلالت علم وفضل بلند فرتبہ پر اہل علم متفق تھے۔ ابن العماد الحنبلی فرماتے ہیں:

«هُوَ الْفَقِيهُ الْحَافِظُ جَمَعَ الْعِلْمَ وَالسِّيَادَةَ وَالْعِبَادَةَ».

''وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے تفقہ فی الدین، حفظ، علم، سیادت وعبادت کو اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: عروہ بن الزبیر بن العوام عالم المدینہ تھے اور امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ میں نے قریش میں علم کے چار سمندر پائے ہیں۔

۱۔ حضرت سعید بن المسیب

۲۔ حضرت ابوبکر بن عبد الرحمٰن

۳۔ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ

۴۔ حضرت عروہ رحمہ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

علم حدیث آپ کا علم خاص ہے کیونکہ آپ عالم شباب میں ہی اس میں کمال پیدا کر چکے تھے اس لیے محمد بن سعد نے آپ کو ثقہ عالم۔ مامون اور کثیر الحدیث جیسی صفات سے موصوف کیا ہے باوجود کثیر الحدیث ہونے اور ساری عمر اس کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہنے کے آپ کے صاحبزادے ہشام فرماتے ہیں:

«وَاللّٰهِ مَا تَعَلَّمْنَا عَنْهُ جُزْءًا مِنَ أَلْفَيْ جُزْءٍ مِنْ حَدِيثِهِ».

''بخدا ہم نے آپ کی حدیث کے دو ہزار حصوں میں سے ایک ہزار حصہ بھی نہیں سیکھا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ آپ مدینہ منورہ کے ان سات شہرہ آفاق فقہاء

میں سے تھے۔ جن کا فتویٰ عوام خواص کے لیے اطمینان قلب اور سکون خاطر کا باعث ہوتا۔ بلکہ ان کا فیصلہ حرف آخر ہوتا تھا۔ اور ان دس فقہاء میں شریک تھے جن کے قول کی طرف حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنی مدینہ منورہ کی گورنری کے زمانہ میں رجوع کیا کرتے تھے۔

مسجد نبوی ﷺ میں مسند تدریس و تعلیم پر فائز رہے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ تبصرہ کرتے فرماتے ہیں کہ عروہ بن زبیر مجتہد بڑے عبادت گزار اور صائم الدھر تھے۔ اور آپ اکثر و بیشتر اوقات میں تلاوت و عبادت میں مصروف العمل رہتے تھے اور نفلی روزہ رکھنے کا یہ عالم تھا کہ عیدین اور ایام تشریق کے علاوہ تقریبا سال بھر روزے کی حالت میں ہوتے حتیٰ کہ جس روز انتقال ہوتا ہے اس دن بھی روزے کی حالت میں تھے آپ کے فریضہ حج کے متعلق امام مسلم کتاب الحج میں تبصرہ فرماتے ہیں:

«حَجَّ عُرْوَةُ مَعَ عُثْمَانَ وَ حَفِظَ عَنْ أَبِيهِ فَمِنْ دُونِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ».

"حضرت عروہ نے حضرت عثمان کی معیت میں حج کیا اور اپنے والد اور ان دونوں کے کم عمر صحابہ سے حدیث حفظ کی۔"

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

«كَانَ مِنْ أَفَاضِلِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَ عُقَلَائِهِمْ».

"آپ مدینہ منورہ کے اصحاب فضل اور اہل عقل میں سے تھے۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبد اللہ کی شہادت کے بعد عبد الملک نے آپ سے کہا صاحب آپ اپنے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی تلوار پہچانتے ہو؟ تو آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ کہنے لگا علامت کیا ہے؟ جواب دیا اس تلوار میں دندانہ ہے جو غزوہ

بدر میں اس کی دھار میں پڑ گیا تھا۔ خلیفہ عبدالملک نے جواب دیا۔ تم ٹھیک کہتے ہو:

«بهن فلول من قراع الكتائب» .

مصائب ومشکلات سے دوچار ہو کر آخر کار مدینہ منورہ کی طرف واپسی فرمائی۔

اس راہ میں اپنے پاؤں کے کٹنے اور بیٹے کی وفات تک کا تذکرہ نہیں فرمایا۔

اس صورت حال پہ اہل خیر، اہل علم وفضل اپنے اپنے انداز میں اظہار خیال فرماتے ہیں۔ تو ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے یہ کہا واللہ آپ کو اب جینے کی ضرورت ہے نہ سعی وعمل کی حاجت آپ کا ایک عضو اور ایک بیٹا جنت میں پہلے پہنچ چکے ہیں اور ان شاء اللہ کل بھی جزء کے پیچھے جائے گا۔

عبرت انگیز واقعہ

بنو عبس کا ایک نابینا آدمی خلیفہ ولید کے پاس آیا۔ ولید نے اس سے آنکھیں ضائع ہونے کا سبب پوچھا، وہ جواب میں کہتا ہے جناب امیر المومنین میں اپنی قوم کا امیر ترین آدمی تھا۔

ہم ایک رات ایک وادی میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے کہ اچانک سیلاب آ گیا اور میرا تمام مال واسباب اور اہل وعیال بہا کر لے گیا۔ صرف ایک نومولود بچہ اور ایک اونٹ بچ گیا۔ اونٹ چونکہ اڑیل تھا ایک دن وہ چھوٹ گیا میں اس کے پیچھے بھاگا تھوڑی دیر بعد اچانک بچے کی آواز آئی میں نے پلٹ کر دیکھا کہ بھیڑیا اسے اٹھا کے لے گیا ہے۔ اور اس کا سر پھاڑ ڈالا ہے۔ اسی طرح بے بسی کے عالم میں جب اونٹ کے پاس گیا اسے پکڑنے لگا تو اس نے میرے منہ پر ٹانگ ماردی۔ جس سے میرا جبڑا ٹوٹ گیا اور آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ تو اب یہ میرے پاس نہ مال وزر ہے نہ ہی اہل وعیال اور نہ ہی آنکھیں ہیں۔

جب خلیفہ ولید رحمہ اللہ نے یہ ماجرا سنا تو کہنے لگا اس شخص کو حضرت عروہ کے پاس

لے جاؤ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ دنیا میں کتنے دکھی انسان بھی موجود ہیں، آپ فیاض بھی بہت زیادہ تھے، غرباء و مساکین کی مدد کرنا اپنا فرض جانتے تھے جب کبھی اپنے باغ میں داخل ہوتے تو اس آیت کریمہ کی تلاوت جاری و ساری رہتی:

﴿ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ ﴾.

تاریخی بات ہے کہ آپ مصر تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے شادی بھی کی تھی۔ جبکہ زندگی کے آخری ایام میں مدینہ منورہ چھوڑ کر عقیق میں سکونت اختیار کر لی اور اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ان کی مساجد ذکر اللہ سے خالی اور بازاروں کو شور و غل سے بھرپور اور گلی کوچوں کو بے حیائی سے معمور دیکھا۔ تو اس علیحدگی اور عزلت نشینی میں آپ نے عافیت محسوس کی ہے۔ آپ بھی کثیر الاولاد تھے نو بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں۔ بڑے بیٹے ہشام اپنے وقت کے امام اور ابن شہاب زہریؒ کے ہم مرتبہ تھے۔ بڑے فقیہ اور کثیر الروایت محدث تھے جنہوں نے ۱۱۶ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ آپ کے پوتے عمر رحمہ اللہ بن عبد اللہ بن عمر محدث تھے۔ آپ کے ایک بیٹے عمر بن عوف اپنے چچا عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ۷۵ سال کی عمر پا کر بروز جمعہ ۹۴ھ کو ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ فرع کے قریب مجاح نامی جگہ میں جہاں ان کے باغات تھے سپرد خاک کیے گئے۔ واللہ اعلم

حضرت خارجہ بن زید رحمہ اللہ

آپ کا نام خارجہ بن زید اور کنیت ابوزید رحمہ اللہ تھی۔ آپ ۳۰ ھ کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور آپ نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لخت جگر تھے۔ اور انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تھے۔ اور آپ کے والد محترم حضرت زید کاتب وحی تھے۔ رسول پاک کے زمانہ ہجرت میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ آپ ﷺ نے ان کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ تو صرف انہوں نے پندرہ روز میں زبان سیکھ لی تھی۔

چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے غزوہ بدر اور احد میں شریک جہاد نہیں ہوئے تھے۔ اور جہاد کا آغاز غزوہ احزاب سے فرمایا۔ اور اس کے بعد تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ اور رسول کریم ﷺ کی زندگی میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَقْرَأْ بِقِرَاءَةِ زَيْدٍ رضى الله عنه».

”جو قرآن پڑھنا چاہتا ہے تو وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قرأت میں پڑھے۔“

خلافت صدیقی میں قرآن پاک کو کتابی شکل دینے کیلئے ان ہی کی ذمہ داری لگائی گئی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کے نسخے مختلف علاقوں میں بھیجنے کے لئے جو کمیٹی بنائی وہ چار اشخاص پر مشتمل تھی اس کے بھی رکن تھے۔ اسی طرح آپ کو علم میراث میں بڑا مرتبہ حاصل تھا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«أَفْرَضُكُمْ زَيْدٌ» جو اس قابلیت کی تائید کرتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک کی غنیمتیں تقسیم کرنے پر مامور فرمایا تھا۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو بیت المال کا انچارج بنایا

تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اپنے دور خلافت میں سفر حج یا کسی دوسرے سفر میں جب مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو ان کو اپنا قائم مقام مقرر فرماتے تھے۔

اور سفر سے جب کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واپس تشریف لاتے تو انہیں کھجوروں کا باغ تک عطا فرما دیتے۔ آپ کی وفات کے دن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جس شخص نے علم مٹتا دیکھنا ہے دیکھ لے کہ تدفین کے ساتھ علم کا بہت بڑا حصہ دفن کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک معروف نامی گرامی عالم کا انتقال ہوا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد اب علم کے معانی کون بیان کرے گا۔

حضرت خارجہ رحمہ اللہ کی تعلیم و تربیت بڑی خوشحالی کے ماحول میں ہوئی تھی کیونکہ آپ کے والد محترم حضرت زید رضی اللہ عنہ ہمیشہ بڑے بڑے ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔

آپ کو اپنے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ والدہ حضرت ام سعد بن سعد بن ربیع اور چچا یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سے عظیم المرتبت صحابہ اور تابعین سے شرف تلمذ حاصل ہوا ہے۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عمرہ رضی اللہ عنہ اور ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کے تفقہ فی علم الحدیث والفقہ کے بارہ میں امام نووی فرمایا کرتے تھے:

«كَانَ إِمَامًا بَارِزًا فِي الْعِلْمِ اتَّفَقُوا عَلَى تَوْثِيقِهِ وَجَلَالَتِهِ وَهُوَ أَحَدُ فُقَهَاءِ الْمَدِينَةِ السَّبْعَةِ».

”آپ کمال علم میں مرتبہ امامت پر فائز تھے اور آپ کی توثیق (یعنی ثقہ ترین ہونے) اور جلالت قدر پر علماء کا اتفاق ہے اور آپ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔“

اور ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«كان ثقة كثير الحديث».

"آپ لائق اعتماد، ثقہ اور بہت حدیث بیان کرنے والے تھے۔"

الجرح والتعدیل کے امام حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ آپ کو مدینہ منورہ کے اونچے طبقہ کے محدثین میں شمار کرتے تھے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«هو من فقهاء المدينه المعدودين أحد الفقهاء السبعة».

"آپ کا شمار مدینہ کے ان معدود چند فقہاء میں سے ہے، جو انگلیوں پر گنے جاتے ہیں اور فقہاء سبعہ میں سے ہیں، جن کے اقوال پر فتوے کا دارو مدار ہے۔"

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«أحد الفقهاء من كبار العلماء».

"آپ چوٹی کے علماء اور فقہاء میں سے تھے۔"

ابن العماد الحنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«خارجة بن زيد الانصارى المدنى المفتى احد الفقهاء السبعة تفقه على والده».

حضرت خارجہ مدینہ منورہ کے مفتی اور فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ آپ نے علم فقہ اپنے والد محترم حضرت زید رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا۔

آپ بھی مسند تدریس پر فائز رہے جس طرح آپ سے پہلے محدثین کرام اور فقہاء نے مسند تدریس کو رونق بخشی، مدینہ منورہ میں قال الله وقال الرسول ﷺ کے دریا بہا دیئے۔

آپ تعلیمی و تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ تقسیم میراث، فتویٰ نویسی اور وثیقہ

نویسی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«وَكَانَ يُفْتِي بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ عَالِمًا بِالْفَرَائِضِ وَ تَقْسِيمِ الْمِيرَاثِ» .

''آپ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم علم فرائض کے عالم اور تقسیم میراث کے خصوصی ماہر تھے۔''

علماء کرام میں آپ کے مرتبہ و مقام کی تفصیل کے ساتھ ساتھ آپ کی امراء و سلاطین کے نزدیک بھی بڑی قدر و منزلت تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی مجلس شوریٰ کے آپ رکن تھے اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

عام حالات میں بھی آپ خوش لباس، خوبصورت اور بلند و بالا تھے۔ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے سبز رنگ سے رنگا ہوا کمبل اوڑھتے اور سر پر سفید عمامہ باندھتے تھے۔ اموی دور کے دارالخلافہ دمشق میں تشریف لے جاتے وہاں چونکہ آپ کا ذاتی مکان تھا۔ آپ کے تلامذہ اور شاگردوں میں بڑے بڑے لوگ قابل ذکر ہیں۔ حضرت سالم بن عبد اللہ آپ کے صاحبزادہ سلیمان رحمہ اللہ اور بھتیجے سعید بن سلیمان بن زید رحمہ اللہ اور قیس بن سعد بن زید محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ، ابو بکر بن عمرو بن حزم امام بن شہاب زہری رحمہم اللہ۔

آپ کی اولاد چار بیٹے اور چار ہی بیٹیاں تھیں۔ ان کی والدہ ام عمرو بنت حزم انصاریہ نجاریہ تھیں۔ آپ نے خواب دیکھا کہ میں نے ستر سیڑھیاں تعمیر کی ہیں اور ان کی تعمیر سے فراغت کے بعد زمین پر جا گرا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا تھا میری عمر کے بھی ستر سال پورے ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ ستر سال عمر پا کر حضرت عمر بن

عبدالعزیز کے عہد خلافت میں ۱۱۰ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ان کی وفات کی خبر سن کر فرمایا تھا اللہ کی قسم سرحد اسلام میں شگاف پڑ گیا ہے۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ

آپ کا نام عبد اللہ اور ابو عبد اللہ کنیت ہے اور نسبی سلسلہ ابن عتبہ بن مسعود ہذلی ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کے والد محترم حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت صرف پانچ یا چھے سال تھی۔ آپ کے صاحبزادے حمزہ فرماتے ہیں میں نے والد محترم سے پوچھا تھا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے کچھ یاد ہے؟ فرمانے لگے مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے گود میں بٹھایا میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے اور میری اولاد کیلئے برکت کی دعا فرمائی میں اس وقت پانچ یا چھے سال کا تھا۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے آپ کو کبار تابعین رحمہم اللہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو عامل مقرر فرمایا تھا۔ اور امام نووی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عامل مقرر کرنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کئی سال تک رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔ جبکہ آپ کوفہ میں نماز کیلئے امام مقرر تھے اور ۷۴ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت عبید اللہ کے دادا جناب عتبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ ہجرت حبشہ میں اپنے بھائی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے رفیق سفر تھے۔ نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی اطلاع پا کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ غزوہ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ عہد فاروقی میں مختلف عہدوں پر فائز بھی رہے ہیں۔ امام بن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ علم و

فضل اور حدیث وفقہ کے جاننے میں اپنے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔

طلب علم کے میدان میں سنِ رُشد کو پہنچنے کے بعد علم کی طرف متوجہ ہوئے تو مندرجہ ذیل اساطین علم وفن کی خدمت میں پیش ہوتے رہے۔ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عتبہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے کسب فیض کرتے رہے۔

آپ کا حافظہ بڑا قوی اور یادداشت انتہائی مضبوط تھی، علم وفضل میں کمال حاصل کیا چونکہ آپ عالی ہمت روشن دماغی، حافظہ کی بے پناہ مضبوطی کی وجہ سے نمایاں ترین صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں مسلسل حاضری کی وجہ سے اپنے ہم عصر اور بعد کے اہل علم میں بلکہ خود فقہاء سبعہ میں ایک ممتاز اور نمایاں حیثیت کے مالک بن گئے۔

چنانچہ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ جو کہ آٹھ سال تک فقیہ الفقہاء حضرت سعید ابن المسیب سے علم حاصل کرتے رہے اور بحر العلوم حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے خوب حصول علم کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے علم کی گہرائی کا مشاہدہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

«سَمِعْتُ مِنَ الْعِلْمِ شَيْئًا كَثِيْرًا فَظَنَنْتُ أَنِّيْ قَدِ اكْتَفَيْتُ حَتّٰى لَقِيْتُ عُبَيْدَ اللّٰهِ فَإِذَا كَانَ لَيْسَ فِيْ يَدِيْ شَيْءٌ». ①

"بہت علم حاصل کرنے کے بعد خیال ہوا کہ میں نے بہت کافی علم حاصل

① [تهذيب التهذيب]

کرلیا ہے مگر جب حضرت عبید اللہ سے ملاقات ہوئی تو یوں محسوس ہوا کہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔''

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«كَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَأْتِي عُبَيْدَاللّٰهِ وَ كَانَ مِنَ الْعُلَمَآءِ فَكَانَ يُحَدِّثُهُ وَيَسْتَقِي مِنَ الْبِئْرِ».

''امام ابن شہاب عبید اللہ کی خدمت میں حدیث پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے اور سعادت مند شاگرد کی طرح ان کی خدمت کرتے اور ان کے لئے علمی کنویں سے پانی بھر کر لاتے۔''

ان کے متعلق حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا بھی یہی بیان ہے۔

ترجمان القرآن صحابی رسول ﷺ خیر الامت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ سے نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔ اور فیض پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبید اللہ کے بارے میں ائمہ دین نے بڑے زوردار الفاظ سے شہادت دی ہے کہ آپ کی علوم شرعیہ اور فنون ادبیہ میں امامت و جلالت مسلمہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«هو تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ رَجُلٌ صَالِحٌ جَامِعُ الْعِلْمِ وَهُوَ مُعَلِّمُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ».

''آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے مرد صالح اور جامع علم ہیں اور عمر بن عبد العزیز کے استاد ہیں۔''①

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

① [تهذيب الاسماء]

«كَانَ أَحَدُ الْفُقَهَاءِ الْعَشَرَةِ ثُمَّ السَّبْعَةِ» .

''آپ سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔''

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«كَانَ عُبَيْدُ اللهِ مِنْ بُحُورِ الْعِلْمِ» .

''عبیداللہ علم کا سمندر تھے۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں:

«كَانَ إِمَامًا حُجَّةً وَكَانَ مُؤَدِّبَ عُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رحمه الله» .

''آپ امام تھے اپنے زمانہ کے لئے حجت تھے۔ اور عمر بن عبدالعزیز کے استاد تھے۔''①

قاضی ابن خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«هُوَ أَحَدُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ مِنْ أَعْلَامِ التَّابِعِيْنَ» .

''آپ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں اور چوٹی کے تابعین میں سے ہیں۔''

سیاسی میدان میں آپ چوٹی کے مدبّر، اعلیٰ درجہ کے صاحب الرائے اور مفکر شخصیت تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ امور سلطنت میں اکثر آپ سے مشورہ لیتے تھے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا معروف قول ہے کہ میں عبیداللہ رحمہ اللہ کی ایک ایک رات بیت المال کے ایک ایک ہزار دینار کے عوض خریدنے کو تیار ہوں۔ آپ سے سوال کیا گیا حضرت آپ کی احتیاط غلو کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ بیت المال کی حفاظت میں کیونکہ ناحق ایک پائی تک خرچ نہیں کرتے

---

①[البداية]

تھے۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو جواب میں فرماتے ہیں آپ لوگ عبید اللہ کی قدر کیا جانیں، کیونکہ فائدہ مند نصیحت و راہنمائی کی وجہ سے بیت المال کی لاکھوں بچت ہوتی ہے۔ اور ان سے تبادلہ خیال کرنے سے عقل بڑھتی ہے اور دل کو راحت ملتی ہے۔

جبکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خود ایک بڑے محدّث اور اعلیٰ درجے کے فقیہہ اور عالی مقام صاحب تدبیر حکمران تھے۔ وہ آپ کی وفات کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے:

«لَوْ كَانَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَيًّا مَا صَدَرْتُ إِلَّا عَنْ رَأْيِهِ» .①

اگر آج حضرت عبید اللہ زندہ ہوتے تو میں ان کے مشورہ پر عمل کرتا اور ان کی رائے سے انحراف نہ کرتا۔

آپ علوم دین میں کامل مہارت اور حدیث و فقہ میں درجہ امامت پر سرفرازی کے ساتھ ساتھ آپ فنون ادب میں بھی نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ اور بڑے پائے کے شاعر بھی تھے۔

آپ کو نماز و عبادت اور دعا و مناجات سے بے حد محبت تھی۔ جب آپ مصروف نماز ہوتے تو ہر چیز سے غافل ہو جاتے، آپ لمبی نماز اور طویل قیام کے عادی تھے۔ ایک بار حضرت زین العابدین رحمہ اللہ آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تو لمبی نماز کی وجہ سے انتظار فرما کر چلے گئے۔ کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے لخت جگر آپ کی ملاقات کیلئے آئے تھے اور آپ نے ان کو انتظار پر مجبور کیا۔ تو جواب میں فرمانے لگے میں اللہ تعالیٰ سے اپنے قصور کی بخشش چاہتا ہوں۔ اور پھر فرمایا جو شخص بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو اس کی اتنی خطا تو معاف ہونی چاہیے، آپ کو انابت الی اللہ اور اخروی درجات کے حصول سے بڑی محبت تھی اور دنیا اور متاع

---

①[سیرت عمر بن عبد العزیز ابن الجوزی]

غرور سے زیادہ نفرت تھی۔

حافظ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے «حلیة الاولیاء» میں آپ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تحصیل علم کے بعد آپ نے ساری زندگی مسند تدریس کو رونق بخشی اور تمام حاصل کردہ علم شاگردان عزیز کے سپرد کرنے لگے۔ اسی طرح مقامی اور بیرونی طلباء کو فیض پہنچانے کیلئے حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا۔ آپ سے بے شمار لوگوں کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ، عراک بن مالک، صالح بن کیسان اور ابوالزناد رحمہم اللہ۔ آپ نے کئی سال قال اللہ و قال الرسول ﷺ بلند فرمانے کے بعد ۹۸ھ میں داعی اَجل کو لبیک کہا آپ کی سَن وفات میں اور بھی قول ہیں مگر حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر الصدیق رحمہ اللہ

نام: قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق اور کنیت ابو محمد رحمہ اللہ ہے۔ ۲۹ھ میں ایک فارسی النسل سودہ نامی کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور آپ کے والد محترم محمد صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں۔ اور یہ حجۃ الوداع کے دوران سفر میں ذوالحلیفہ مقام میں پیدا ہوئے۔ تو ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اب میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمان جاری کیا غسل کر کے احرام حج باندھو اور اپنا سفر حج جاری رکھو۔

اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا اور جناب محمد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ تربیت حاصل کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں مصر کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت قاسم کی والدہ شاہ ایران یزدجر کی بیٹی تھیں۔

حکومت ایران کی تباہی اور مفتوح ہونے کے بعد جو قیدی اہل اسلام کے ساتھ آئے ان میں شاہ ایران یزدجر کی تین لڑکیاں تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا کر کے اپنے قبضے میں لے لیا اور بعد میں ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دوسری ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد رضی اللہ عنہ کو اور تیسری نواسہ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر سالم رحمہ اللہ اور محمد رضی اللہ عنہ کے گھر قاسم اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھر زین العابدین رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ تو اس طرح جناب سالم، قاسم اور زین العابدین رحمہم اللہ تینوں خالہ زاد بھائی اور کسری یزدجر کے نواسے ہیں۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ بچپن میں والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا ان کے

والد۔ ام المومنین حضرت عائشہ کے بھائی تھے۔ تو اس طرح ام المومنین نے یتیم بھتیجے کی پرورش اوران کی دیکھ بھال اپنے ذمے لے لی۔

چنانچہ ان کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر تھا کہ ایک یتیم و بے کس بچہ چوٹی کے علماء میں شمار ہوا اور مدینہ منورہ کے شہرہ آفاق فقہاء سبعہ کا ایک ممتاز رکن بنا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے والے اور انواع و اقسام کے فاخرانہ لباس پہننے کے عادی تھے۔ جب ان کے چچا اور سسر امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان کی وفات ہوئی تو سخت غمگین ہوئے اور ہر طرح کی ناز و نعم کو خیر باد کہہ دیا۔ تو اس طرح جب امام قاسم بن محمد رحمہ اللہ کو علم ہوا تو فرمانے لگے یہ تو ہمارے اسلاف کا طریقہ نہیں ہے۔ وہ تو مصائب کا مقابلہ تحمل و تجمل سے اقبال و نعمت کا مقابلہ عجز و انکساری سے کیا کرتے تھے۔ آپ کے ارشادات سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی کایا پلٹ گئی اور تمام قسم کے حزن و ملال جاتے رہے۔

اور پھر اسی شام کو قیمتی لباس میں دیکھے گئے، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں بلکہ اپنی وفات تک فتویٰ صادر فرمایا کرتی تھیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بحر علم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی کا شرف بھی حاصل ہے اور میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حلال وحرام کی پہچان، احکام وفرائض سے واقفیت اورعلم وعرفان کی گہرائی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام بہت بلند ہے۔ اور تمام کمالات آپ کے بھتیجے قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ اور بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حاصل کیے ہیں۔

آپ علم وفضل کے میدان میں مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور شاہ ایران کسریٰ یزدجر کے نواسے ہونے کی حیثیت سے نجیب الطرفین اور شاہانہ دل ودماغ کے مالک بھی تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اگر خلافت کا معاملہ میرے (ہاتھ میں) بس میں ہوتا تو قاسم کے علاوہ کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرتا۔

شیخ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: ہم نے مدینہ منورہ میں کوئی ایسا شخص نہیں پایا جسے علم وفضل میں الشیخ قاسم پر ترجیح دیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

«حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ القَاسِمِ وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ». ①

''عبد الرحمٰن قاسم نے حدیث بیان کی اور وہ اپنے زمانہ کے افضل ترین انسان تھے۔''

علامہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آپ مدینہ منور میں سب سے افضل اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔''

حلیۃ الاولیاء میں الشیخ زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اس نوجوان (حضرت قاسم) سے زیادہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔''

① [تهذيب التهذيب]

آپ علم حدیث میں بڑے ماہر اور فقہ اسلامی کی عقدہ کشائی میں ممتاز تھے اور وہ مدینہ طیبہ کے شہرہ آفاق فقہاء سبعہ کے ایک ممتاز رکن کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ اس کی تائید ابن العباد بھی فرماتے ہیں۔

اور ابو الزناد فرماتے ہیں میں نے قاسم بن محمد سے بڑھ کر سنت رسول اللہ ﷺ کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔

اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«اَلْقَاسِمُ مِنْ فُقَهَاءِ الْأُمَّةِ».

''حضرت قاسم امت کے فقہاء میں سے ہیں۔''

اور ابو الزناد یہ بھی فرماتے ہیں میں نے کوئی فقیہہ حضرت قاسمؒ سے زیادہ فقہ کا ماہر نہیں دیکھا۔ اور پھر تعلیم و تدریس کے میدان میں تحصیل علم کے بعد مسند تدریس کو رونق بخشی۔ اور تمام علوم و فنون کو بڑی فیاضی کے ساتھ طلبہ میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں جناب قاسم اور حضرت سالم بن عبد اللہ مسجد نبوی میں ایک ہی حلقہ درس میں بیٹھ کر تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان دونوں کے بعد عبد الرحمن بن قاسم اور عبید اللہ بن عمر نے مسند تدریس کو رونق بخشی۔ پھر اسی جگہ امام مالکؒ نے تمام عمر درس حدیث دیا۔ اور یہ وہ جگہ ہے جو منبر رسول ﷺ اور روضہ مقدسہ کے درمیان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے سامنے تھی۔ مسائل بیان کرنے میں سخت محتاط رویہ اختیار فرماتے۔ آپ اکثر فرماتے میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کا حق جاننے اور فرائض و واجبات کا علم ہونے کے بعد انسان کا جاہل رہنا اس سے کئی درجہ بہتر ہے کہ وہ، وہ بات کہہ دے جسے وہ نہیں جانتا۔

«كَانَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ عَلَى حُرُوفِهِ». (1)

(1) [طبقات ابن سعد]

امام قاسم رحمہ اللہ بیان کیا کرتے تھے۔ جناب قاسم انتہائی قناعت پسند اور خود داری کی زندگی گزارتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ عمر بن عبید اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہزار دینار قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح ایک بار آپ نے ایک لاکھ روپے لینے سے انکار کر دیا، حالانکہ وہ ہر اعتبار سے حلال و جائز تھا۔ صدقہ کا مال تقسیم کرنے سے بھی پرہیز فرماتے۔ زندگی کے آخری سالوں میں حج بیت اللہ کے لئے مشتاق رہتے، حتی کے سفر حج میں ہی فوت ہوئے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ بصرہ کے حاجیوں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ وہ جناب قاسم کے طریقہ کو دیکھیں اور اس کی اقتداء کریں۔ آپ کی چاندی کی انگھوٹھی میں نگینہ بھی چاندی کا ہوتا اور نقش (قاسم بن محمد) تھا۔

آپ نے اپنے پیچھے دولڑکے عبد الرحمٰن اور عنبر دو ہی لڑکیاں ام فروہ اور ام حکیم چھوڑیں۔

عبد الرحمٰن جلیل القدر محدث اور عالی مرتبت فقیہ تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں افضل اہل زمانہ کہا ہے۔ اُم فروہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

اسی طرح آپ کے بڑے بڑے آئمہ فن اور اساطین علم بھی شاگرد ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں۔ آپ کے صاحبزادے عبد الرحمٰن، امام شعبی، امام سالم بن عبد اللہ، امام یحیٰ بن سعید انصاری، امام ابن شہاب زہری، ابو الزناد، امام ربیعہ، مالک ابن دینار، عمر بن عبد اللہ بن عروہ بن زبیر اور امام ابو بکر بن محمد بن حزم رحمہم اللہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمادی تھی کہ مجھے میری قمیص، تہبند اور چادر میں کفن دیا جائے۔ جن میں زندگی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے دادا جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تین کپڑوں میں ہی کفن دیا گیا تھا اسی طرح فرمایا کہ میری قبر پر ثناء خوانی نہ کی جائے۔ آپ نے سفر حج میں ۷۰ یا ۷۲ سال عمر پاکر ۱۰۱ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد حکومت میں قدید نامی جگہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور قدید

سے تین میل کے فاصلہ پر دفن کئے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔
۱۰۶/ ۱۰۷/ ۱۰۸/ ۱۰۹ بھی لکھی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ

آپ کا نام ابو بکر بن عبد الرحمٰن اور ابو عبد الرحمٰن کنیت ،بعض علماء نے آپ کا نام محمد ذکر کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔ چونکہ یہ بیان حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا ہے:

« والأَصَحُّ اَنَّ اسمَهُ كُنيَتُهُ » ۔ ①

آپ عہد فاروقی ،خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کے والد محترم حضرت عبد الرحمٰن بن حارث کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے۔ اور ابو بکر بن عبد الرحمٰن جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج میں شریک تھے۔ صفات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کی بہت مداح تھیں۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کے نسخے تیار کر کے عالم اسلام کی طرف بھیجنے پر جن چار حضرات کو مامور فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن ان اشخاص میں سے ہیں اور آپ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ آپ کے والد حارث کی وفات کے بعد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی والدہ فاطمہ بنت ولید سے نکاح کر لیا تھا۔ تو اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی ہوئی تھی۔

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن کے دادا حضرت حارث بن ہشام بھی صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ آپ ابو جہل کے حقیقی بھائی ہیں۔ غزدہ بدر میں اپنے بھائی ابو جہل کے ہم رکاب مسلمانوں کے خلاف لڑے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ جہاد کی نیت سے مکہ معظمہ چھوڑ کر شام

① [تذكرة الحفاظ]

چلے گئے اور وہیں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ جنگ یرموک میں شہید ہوئے تھے۔

کتب احادیث میں آپ سے بہت سی احادیث و روایات مذکور ہیں۔ جبکہ صحیح بخاری کے پہلے صفحہ میں بیان ہے:

«اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ».

امام ابو بکر رحمہ اللہ کا علم و فضل سے خاندانی تعلق رہا ہے۔ آپ کے والد عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اور دادا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی صحابی رضی اللہ عنہ تھے آپ کے بھائی عکرمہ، محمد، مغیرہ، ابو سلمہ، عبد اللہ اور عمر رحمہم اللہ بہت بڑے عالم اور جلیل القدر محدث تھے۔ اسی طرح آپ بھی خاندانی روایات کے مطابق اتنا آگے بڑھے کہ مدینہ منورہ کے ان شہرہ آفاق فقہاء سبعہ میں شمار ہوئے۔ آپ نے اپنے والد محترم حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ کے علاوہ ممتاز اہل علم ہیں جن سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابو مسعود انصاری، ام معقل رضی اللہ عنہم ان کے علم و فضل کا یہ نمایاں ثبوت ہے کہ ان سات فقہاء میں سے شمار ہوتے ہیں جن پر علماء اسلام متفق ہیں۔

شذرات الذہب میں ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«إِنَّمَا قِيلَ لَهُمُ الْفُقَهَاءُ السَّبْعَةُ لِأَنَّهُمْ كَانُوا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ يُنْشَرُ عَنْهُمُ الْعِلْمُ وَالْفُتْيَا».

"فقہاء سبعہ مدینہ منور میں ایک ہی زمانہ میں جمع تھے۔ علم کی نشر و اشاعت اور شعبہ انشاء کا یہی حضرات مرکز تھے۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«وَكَانَ مِنَ الثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ وَالْفِقْهِ وَصِحَّةِ الرِّوَايَةِ عَلَى جَانِبٍ

عَظِيمٍ».

''ثقاہت، امانت، نقابت اور صحت روایات میں آپ کا مقام بہت اونچا تھا۔''

اور ابن سعدؒ لکھتے ہیں:

«وَكَانَ ثِقَةً فَقِيهاً كَثِيرَ الْحَدِيثِ عَالِمًا عَاقِلًا عَالِيًا سَخِيًّا».

''آپ لائق اعتماد فقیہ، کثیر الحدیث عالم، عقل مند اور عالی مقام سخی تھے۔''

حصول علم سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں ہی مسند تدریس کو رونق بخشی اور ساری زندگی علوم شریعت (کتاب وسنت اور فقہ حدیث) کی نشر و اشاعت میں صرف کر دی۔

اور آپ کی خدمات کو بالاتفاق علماء اسلام خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ دینی و دنیاوی حاجات سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت ذکر وفکر، دعا و مناجات اور خشیت و انابت میں مصروف و مشغول رہتے۔ حتی کہ بیماری کی حالت میں بھی سستی نہ برتتے۔ علامہ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی لکھتے ہیں:

«وَكَانَ إِذَا سَجَدَ يَضَعُ يَدَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ مَاءٍ لِعِلَّةٍ كَانَتْ بِهِ».

''آپ کسی بیماری کی وجہ سے سجدہ کرتے وقت اپنا ہاتھ پانی سے بھری ہوئی تھالی میں رکھتے تھے۔''

حافظ ابونعیم اولیاء اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«وَمِنْهُمُ الْفَقِيهُ الْوَجِيهُ الْعَابِدُ النَّبِيهُ رَاهِبُ قُرَيْشٍ وَ عَابِدُهَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حَارِثٍ الْمَخْزُومِيُّ أَكْثَرُ أَحَادِيثِهِ فِي الْأَقْضِيَةِ وَالْأَحْكَامِ».

''ان میں سے ایک منفرد فقیہ اور ذی شعور عابد ابوبکر بن عبدالرحمٰن مخزومی بھی ہیں جو راہب قریش اور بقول زبیر بن بکار راہب مدینہ کہلاتے ہیں ان کی

احادیث اکثر قضایا اور احکام پر مشتمل ہوتی ہیں۔"①

آپ کا معمول تھا کہ عموماً عیدین اور ایام التشریق کے علاوہ روزہ کی حالت میں ہوتے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« وَكَانَ يَصُومُ الدَّهْرَ. ②

آپ نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ امانت و دیانت کا یہ حال تھا کہ آپ کے پاس رکھی امانت میں بلا قصد اور بلا ارادہ نقصان ہوجاتا تو اپنے ذاتی مال سے ادا فرماتے۔ امراء و سلاطین کے ہاں بھی آپ کی بہت قدر و منزلت تھی اور بڑے احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ آپ اور آپ کے رفقاء کا بہت احترام کرتے تھے۔

آپ کی جو مختلف بیویوں سے اولاد تھی ان میں سے آٹھ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ اور ان میں سے عبد الملک، عمر، عبد اللہ اور سلمہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد اور جلیل القدر محدث تھے۔ اسی طرح آپ نے علمی میدان میں ہزاروں لوگوں کو فیض یاب کیا وہ انکے لئے سعادت دارین کا ذریعہ بنے۔ اور ان میں سے کچھ حضرات انتہائی قابل ذکر ہیں۔

آپ کے بھتیجے قاسم بن محمد، امام ابن شہاب زہری، امام مجاہد، عکرمہ، امام شعبی، حضرت عمر بن عبد العزیز، عبد اللہ الواحد بن ایمن، عبد اللہ بن کعب حمیری، حکیم بن عتبہ، اور عمرو بن دینار رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

آپ نماز عصر کے بعد نہانے کیلئے غسل خانے میں داخل ہوئے اور وہاں پھسل

① [تذكرة الحفاظ]

② [البداية]

گئے، گر پڑے اور اسی دن غروب آفتاب سے قبل انتقال فرما گئے۔ اور یہ حادثہ ۹۴ھ کو ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں پیش آیا اور آپ کی وفات سے کئی سال قبل آپ کی بینائی زائل ہو چکی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون واللہ اعلم بالصواب

حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں غلاموں کو انتہائی حقیر سمجھا جاتا تھا۔ اور معاشرتی زندگی میں ان کا کوئی مقام نہیں تھا اور وہ دوسروں کی خدمت اور اپنے آقا کی غلامی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے۔ حتی کہ ان کو یہ حقوق بھی نہیں دیئے جاتے تھے کہ وہ اجتماعی اور شہری حقوق میں دوسروں کے ساتھ برابر کے شریک ہوں۔

اسلام نے جہاں دوسرے ان گنت معاشرتی مفاسد کی اصلاح کی وہاں حالت غلامی کو بھی بہتر بنایا۔ ان کو باوقار اور باعزت زندگی بسر کرنے کا حق دیا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا کہ ایک عالم دین اور ذی صلاحیت غلام، جاہل اور نالائق آزاد سے کئی گنا لائق احترام ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جہاں (موالی القوم من انفسھم) فرما کر غلاموں کو دوسروں کے مساوی درجہ دیا وہ عملی طور پر اس طرح ثابت بھی کر دیا کہ اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنایا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو کہ آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہے شادی بھی کروا دی۔ اور آپ ﷺ نے جنگ موتہ میں اس فوج کی سپہ سالاری بخشی جس میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم جیسے نامی گرامی قریشی سردار معمولی سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔

جبکہ اسی طرح آئندہ سال اس مقام پر فوج بھیجی تو اس کی قیادت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جیسے معزز مہاجرین اور قابل قدر انصار صحابہ کرام کی موجودگی میں امامت صلاۃ کے فرائض سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ سر انجام دیا کرتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ نے

منصب امامت جیسے اعزاز کے عہدے بھی غلاموں کو دے کر ان کی قابلیت کا اقرار فرمایا۔ کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں قرآن حکیم زیادہ جانتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلافت فاروقی میں مکہ مکرمہ کا حاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملنے آیا۔ اس سے سوال کیا گیا کہ آپ نے مکہ پر نائب کس کو مقرر کیا ہے؟ تو حاکم مذکور نے ایک غلام کا نام لیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انکار کے لہجے میں فرمایا اہل مکہ پر ایک غلام کو نائب مقرر کر دیا گیا ہے؟ تو حاکم نے جواب دیا وہ غلام سب سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے۔ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ هٰذَا الْكِتَابَ يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهِ اَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ اَوْ كَمَا قَالَ».

تو اس طرح اسلام نے آزاد لوگوں کی طرح ہی غلاموں کیلئے بھی ترقی اور عزت وشرف کے راستے کھول دیئے۔ ان ہی غلاموں میں سے ایک حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ بھی ہیں۔

یہ بزرگ بالاتفاق فقہاء سبعہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تو اس طرح یہ وہ اعزاز ہے جس کے حاصل کرنے سے لاکھوں آزاد شخصیات محروم رہی ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کی سچائی واضح ہوتی ہے۔

«مَنْ بَطَّاَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ».

”جس شخص کے عمل وکردار نے اس کو پیچھے رکھا تو اس کا حسب ونسب اس کو آگے نہیں لے جا سکتا۔“

آپ کا نام سلیمان بن یسار اور کنیت ابو ایوب تھی۔ عموماً آپ کا سال وفات ۱۰۷ھ اور عمر ۷۳ سال بیان کی جاتی ہے۔ تو اس مناسبت سے آپ ۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ ان سے مکاتبت کی اور رقم

کی ادائیگی کے بعد آزاد ہو گئے۔اور پھر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فیض یاب ہوتے رہے۔تو اس طرح اپنے ہم عصروں سے آگے نکل گئے اور اپنے لئے شہرہ آفاق فقہاء میں جگہ پیدا کر لی۔آپ کے اساتذہ میں امہات المومنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔حضرت عبد اللہ بن عباس،حضرت عبد اللہ بن عمر،حضرت جابر،حضرت حسان بن ثابت،حضرت ابو رافع،حضرت زید ابن ثابت،حضرت مقداد بن اسود،حضرت ابو سعید خدری،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ،ام المومنین حضرت عائشہ،ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن آپ کے غلام ہونے کی وجہ سے (امہات المومنین آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں) اَعْلَمُ النَّاسِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رہ کر جو انھیں استفادہ کا موقعہ میسر آیا وہ دوسروں کو آسانی سے حاصل نہیں ہو سکا۔ایک دفعہ حاضر خدمت ہوئے آواز دی تو اماں جی نے فرمایا اپنی مکاتبت کی رقم ادا کر دی ہے؟ جواب دیا جی ہاں۔مگر چند درہم باقی رہ گئے ہیں۔تو فرمایا جب تک پوری رقم ادا نہیں ہوتی غلام ہی ہو تو ان سے پردہ نہیں کیا۔

آپ کے بڑے بھائی عطاء بن یسار رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی تھے۔اور بڑے پائے کے محدث تھے۔اس طرح آپ کے دو اور بھائی عبد الملک اور عبد اللہ وہ بھی حدیث سے خوب واقف تھے۔اور یہ چاروں بھائی ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزادہ کردہ غلام تھے۔کتاب وسنت میں اور آپ کا مستنبط شدہ فقہ میں بلند مقام تھا۔ اسی کمال اور مہارت کی وجہ سے بالاتفاق فقہاء سبعہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔امام المحدّثین حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ (جو فقہاءِ سبعہ کے رئیس اور فقیہ کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔آپ کے پاس جب کبھی کوئی استفسار آتا تو آپ سلیمان بن یسار کے پاس بھیجتے۔اور فرماتے آج آپ روئے زمین کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

«سُلَیمَان بنُ یَسَارِ الْمَدَنِیُّ الْفَقِیهُ الْعَالِمُ الْمَدَنِیُّ وَكَانَ مِنْ أَئِمَّةِ الاجْتِهَادِ» . ①

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

«لَهُ رِوَایَاتٌ كَثِیرَةٌ» .

یعنی آپ سے بکثرت احادیث مروی ہیں۔

امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں:

«وَاتَّفَقُوا عَلَى وَصْفِهِ بِالْجَلَالَةِ وَكَثْرَةِ الْعِلْمِ وَ هُوَ أَحَدُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ» .

''علماء نے بالاتفاق آپ کو بزرگی اور فروانی علم کے ساتھ موصوف کیا ہے اور آپ مدینہ کے سات مشاہیر فقہاء میں سے ہیں۔''

تحصیل علم وفضل کے بعد مسند تدریس پر فائز ہوئے اور خلوص نیت اور جانفشانی کے ساتھ اپنے شاگردوں میں پھیلانا اور پڑھانا شروع کر دیا۔ امام قتادہ رحمہ اللہ کا بیان ہے میں مدینہ منورہ آیا تو اہل علم سے پوچھا طلاق کے مسائل زیادہ کون جانتا ہے؟ تو لوگوں نے سلیمان بن یسارؒ کا نام لیا۔ پھر امام عبد اللہ بن دینار نے وضاحت فرمائی۔ عدالتوں میں پیش ہونے والے پیچیدہ اور نہ حل ہو سکنے والے مسائل کی عقدہ کشائی کیلئے اکثر فقہاء سبعہ کے اجلاس بلائے جاتے۔ جن میں آپ کی شرکت بھی لازمی ہوتی۔

خلیفہ ولید بن عبد الملک کی طرف سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ جب مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو انہوں نے سلیمان بن یسارؒ کو مدینہ منورہ کی منڈی کا افسر اعلیٰ مقرر کیا تھا۔

① [تذكرة الحفاظ]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«كَانَ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ فِي الْعِبَادَةِ» .

”آپ عبادت میں بے حد کوشش کرنے والے تھے۔“

قاضی ابن خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«كَانَ عَالِمًا ثِقَةً وَرِعًا عَابِدًا حُجَّةً» .

”آپ لائق اعتماد عالم پرہیزگار، عابد اور حجت تھے۔“

حافظ ابن حبانؒ: نے آپ کی ثقاہت اس طرح بیان کی ہے:

«كَانَ مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِينَةِ وَ قُرَّائِهِمْ» .

”آپ مدینہ منورہ کے فقہاء اور کثرت سے قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والوں میں سے تھے۔“

اسی طرح کئی دوسرے محدثین نے بھی آپ کو فاضل عابد کی صفات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ آپ عفت و پاکبازی میں نہایت حسین و جمیل اور صورت و سیرت میں یوسف علیہ السلام کے ہم مثل تھے۔

ایک بار آپ جب طواف وسعی سے فارغ ہو کر حرم میں لیٹے ہوئے تھے تو خواب میں انتہائی حسین و جمیل شخصیت سے آمنا سامنا ہوا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ جناب یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ فرمایا آپ یوسف صدیق ہیں۔ واللہ آپ اور عزیز مصر کی بیوی کا قصہ بڑا عجیب اور عبرت خیز ہے۔ یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: تمہارا اور ابواء میں مقیم عورت کا قصہ تو اس سے بھی عجیب تر ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

«أَنَا يُوسُفُ الَّذِي هَمَمْتُ وَأَنْتَ سُلَيْمَانُ الَّذِي لَمْ تَهُمَّ» .

”میں یوسف علیہ السلام نے تو ارادہ کر لیا تھا اور سلیمان وہ ہے جس نے اس عورت

کی دعوت گناہ کے سامنے ارادہ تک نہیں کیا۔"

قرآنی فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ﴾

اللہ کے ذکر وفکر اور مناجات میں شغف کا یہ معیار تھا کہ عیدین اور ایام تشریق کے علاوہ عموماً روزہ دار ہی ہوتے۔ علامہ امام ابوالزناد کا بیان ہے:

«كَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ يَصُوْمُ الدَّهْرَ وَكَانَ عَطَاءٌ يَصُوْمُ يَوْمًا وَ يُفْطِرُ يَوْمًا».

امام سلیمان صائم الدھر تھے اور امام عطاء ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ جن شخصیات نے آپ سے علمی روحانی استفادہ فرمایا ہے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ امام العلماء حضرت ابن شہاب زہری، امام عمرو بن دینارؒ، امام مکحولؒ، امام عبداللہ بن دینارؒ امام قتادہؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ، یعلیٰ بن حکیمؒ، ابوالزناد جعفر بن عبداللہؒ اور سالم ابوالنصرؒ وغیرہم حضرات ہیں۔

تقریباً نصف صدی تک علم عرفان کی ضیاء پاشی کے بعد دین اسلام کا یہ چراغ مدینہ منورہ میں ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔

آپ ۳۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۳ سال عمر پاکر ہشام بن عبد الملک کے عہد حکومت میں ۱۰۷ھ کو انتقال فرمایا۔

فقہاء سبعہ کے ساتھ ان دو حضرات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ

۲۲ھ پیدائش .... ۹۴ھ وفات

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور کنیت ابوسلمہ ہے۔ سلسلہ نسب میں آپ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری القرشی کہلاتے ہیں۔ اگرچہ بعض اہل علم نے آپ کا نام اسماعیل بھی بتایا ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں ۲۲ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سابقین اولین مہاجرین صحابہ کرام میں سے ہیں۔ اور ان دس صحابہ کرام یعنی (عشرہ مبشرہ) میں سے ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں جنت کی بشارت دی۔ جو کہ عرف عام میں عشرہ مبشرہ کہلائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لئے جن چھ افراد پر مشتمل کمیٹی مقرر کی تھی اور اس کمیٹی کے بھی آپ رکن تھے۔

اور کمیٹی کے جملہ ارکان کو آپ پر اس قدر اعتماد تھا کہ انہوں نے بالاتفاق انتخاب کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا۔ اور رائے عامہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ تمام حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے پر متفق ہیں۔ چنانچہ آپ نے پہلے بیعت کی اور پھر تمام مسلمانوں نے آپ کو بیعت کے بعد خلیفہ تسلیم کر لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حبشہ کی طرف دو دفعہ ہجرت کی جب سنا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے ہیں تو آپ بھی حبشہ سے مدینہ منورہ آ گئے۔ آپ احد اور اس کے بعد تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ آپ کو نبی کریم ﷺ نے دومۃ الجندل کی طرف بھیجا اور اجازت بخشی کہ فتح حاصل کر لینے کے بعد وہاں کے بادشاہ اصبغ بن ثعلبہ کلبی کی بیٹی سے شادی کر لیں۔ چنانچہ دومۃ الجندل کی فتح کے بعد اصبغ کی بیٹی تماضر سے شادی کر لی۔ جن کے بطن سے حضرت ابوسلمہ بن عبد

الرحمٰن پیدا ہوئے۔

آپ بہت بڑے تاجر تھے اللہ تعالیٰ نے اس پیشہ میں اس قدر برکت فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں امیر کبیر بن گئے۔ ایک بار جنگی مہم میں اپنا نصف مال رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ ایک دفعہ چالیس ہزار دینار سے مدد فرمائی۔ کسی دوسرے موقع پر پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ دیئے۔ اور زندگی میں تیس ہزار غلام آزاد کئے جنگ تبوک کے سفر میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی، یہ وہ سعادت ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے انسان کے حصے میں نہیں آئی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ طبقہ اولیٰ کے مالدار اور صاحب ثروت صحابہ کرام میں سے تھے۔ اسی لئے حضرت ابو سلمہ کو نہایت اطمینان اور فارغ البالی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہم نشینی اور فروانی علم و فضل کی وجہ سے آپ فقہاء مدینہ کے طبقہ اولیٰ میں شمار ہوتے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے آپ کو بھی فقہاء سبعہ کا ایک فرد قرار دیا ہے۔ آپ کو اپنے والد محترم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے علاوہ کئی صحابہ کرام سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت معاویہ بن حکیم، حضرت ربیعہ بن کعب، ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت فاطمہ بنت قیس، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم۔

چنانچہ آپ کے علم و فضل اور تَفَقُّه فی الدین کی علماء سلف اور خلف نے شہادت دی ہے۔ حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«أَرْبَعَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَجَدْتُهُمْ بُحُوْرًا ابْنَ الْمُسَيَّبِ وَ عُرْوَةَ وَ

عُبَيْدَ اللّٰهِ وَاَبَا سَلَمَةَ».

''میں نے سمندر جیسا وسیع علم رکھنے والے قریش میں چار اہل علم کو پایا ہے جو یہ ہیں۔ حضرت سعید بن میتب، حضرت عروہ، حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ اور حضرت ابوسلمہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔''

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے آپ کے بارہ میں فرمایا:

«ثِقَةٌ إِمَامٌ».

''آپ ایک قابل اعتماد امام ہیں۔''

امام ابن حبانؒ لکھتے ہیں:

«كَانَ مِنْ سَادَاتِ قُرَيْشٍ».

آپ قریش کے سرداروں میں سے ہیں۔

حافظ ابن ذہبیؒ کے الفاظ ہیں:

«أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ الْمَدَنِيُّ الْحَافِظُ كَانَ مِنْ كِبَارِ الْاَئِمَّةِ التَّابِعِيْنَ».

''آپ قوی الحافظہ لائق اعتماد اور وسیع علم رکھنے والے عالم ہیں اور تابعین میں چوٹی کے اماموں میں سے ایک ہیں۔''

اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

«كَانَ اَحَدَ فُقَهَآءِ الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ اِمَامًا عَالِمًا لَهُ رِوَايَاتٌ كَثِيْرَةٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَكَانَ وَاسِعَ الْعِلْمِ».

''آپ فقہاء مدینہ کے ایک فرد اور امامت کے درجہ تک پہنچے ہوئے عالم ہیں اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے کثیر احادیث روایت کرتے ہیں اور آپ کا علم بہت وسیع ہے۔''

اسی طرح امام نوویؒ فرماتے ہیں:

«هُوَ مَدَنِيٌّ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ اَحَدُ فُقَهَآءِ الْمَدِيْنَةِ السَّبْعَةِ» .

"آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے چوٹی کے تابعین میں سے ایک ہیں اور مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ کا فرد سمجھے جاتے ہیں۔"

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

« كَانَ اَبُوْ سَلَمَةَ يَتَفَقَّهُ دِيْنًا وَ يُنَاظِرُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَ يُرَاجِعُهُ» .

"ابو سلمہ حبر الامت حضرت ابن عباسؓ سے فقہ سیکھتے اور اکثر ان کے ساتھ بحث و تکرار میں مشغول رہتے تھے۔"

قابل غور بات ہے کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تبادلہ افکار کرنے کیلئے کس قدر وسیع اور کثرت معلومات کی ضرورت ہے۔

چنانچہ آپ منصب قضاء پر بھی فائز رہے ہیں اور مدینہ منورہ میں عرصہ دراز تک عدالت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعید بن عاص رضی اللہ عنہ پہلی دفعہ مدینہ منورہ میں گورنر کی حیثیت میں تشریف لائے تو انہوں نے مدینہ منورہ کی قضاۃ کا عہدہ ابو سلمہ کے سپرد کیا۔

آپ بڑے حسین و جمیل اور مضبوط و توانا تھے۔ ڈاڑھی پر مہندی یا خضاب استعمال فرماتے۔ اور آپ صاحب اولاد تھے مختلف بیویوں سے آپ کے ہاں آٹھ لڑکے اور آٹھ ہی لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ عمر کا اکثر حصہ علوم شرعیہ کی نشر و اشاعت میں صرف کر دیا۔ جبکہ معروف اہل علم کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

آپ کے صاحبزادے عمر، بھتیجے سعد بن ابراہیم، عبدالمجید بن سہل، حضرت عروہ بن زبیر، امام بن شہاب زہری، امام یحییٰ بن ابی کثیر، امام یحییٰ بن سعید انصاری، امام

ابو الزناد، امام شعبی، عمرو بن دینار رحمھم اللہ اور بھی بہت سے لوگ آپ سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ آپ تقریباً نصف صدی تک علم و عرفان کی بارش برسانے اور قَالَ اللّٰهُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ کی صدائیں بلند کرنے کے بعد ۹۴ھ کو ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں وفات پا گئے۔ تو اس طرح آپ نے ۷۴ سال عمر پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (واللہ اعلم)

حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ

آپ کا نام سالم بن عبد اللہ اور کنیت ابو عمر ہے نسبت و نسب میں سالم بن عبد اللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب العدوی القرشی (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے پوتے ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں ایک کنیزہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جو ایران کے آخری تاجدار کسریٰ یزدجر کی بیٹی تھیں۔ سالم مولیٰ حذیفہ (ایک عالم فاضل صحابی) کے نام پر آپ کا نام رکھا گیا۔ آپ کے والد محترم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

آپ کو صغر سنی کی وجہ سے غزوہ بدر اور احد میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے سچے محبت کرنے والے تھے۔ اگرچہ آپ کی سرگرمیوں کا آغاز غزوہ احزاب سے ہوتا ہے۔

حجۃ الوداع میں رسول کریم ﷺ کے ہمراہ حج کیلئے گئے۔ تمام راستے میں مقامات نماز، آپ کے آرام فرمانے کی جگہ اور اونٹنی بٹھانے کی جگہ کو یاد رکھا اور اپنی ساری زندگی میں ان معمولات رسول اللہ ﷺ کو اپنائے رکھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بڑے زاہد، متورع اور دنیا سے کنارہ کش تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کسی خانہ جنگی میں بھی حصہ تک نہیں لیا۔ اور حصول خلافت اور کسی بھی عہدہ کے حصول کی خواہش نہیں فرمائی۔ لوگوں کی خواہش اور کوشش کے باوجود خلافت کی بیعت سے ڈرتے تھے۔ کہ اے اللہ میری وجہ سے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے مجھے پسند نہیں ہے۔ اے میرے اللہ تیرا خوف ہی مجھے قریش کے ساتھ حرب و قتال اور مزاحمت سے روک رہا ہے۔ نماز روزے سے

آپ کو بہت محبت تھی۔تھوڑا سوتے اور رات کا زیادہ حصہ قیام اللیل میں مصروف رہتے۔اسی طرح آپ زیادہ تر روزے کی حالت میں ہوتے۔

صدقہ خیرات کے میدان میں بھی آپ بہت سبقت لے گئے تھے۔ایک ایک مجلس میں تیس تیس ہزار روپے غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔آپ نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کیئے۔اسی طرح حج بھی تقریباً ہر سال ہی کرتے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کی مرویات تمام صحابہ سے زیادہ ہیں۔آپ سنت رسول اللہ ﷺ کے بہت بڑے حافظ، متبع اور کثیر الروایات صحابی ہیں۔ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۳۰ ہے۔حضرت سالم بن عبداللہ کے دادا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سابقین اولین صحابہ میں سے ہیں۔

اسی طرح ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی حقیقی پھوپھی ہیں۔اور آپ کے چچا حضرت عاصم صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ان کی مرویات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں۔آپ کے بھائی حضرت حمزہ، عبداللہ، بلال رحمہم اللہ جلیل القدر تابعی اور عالی مقام محدث تھے۔

آپ سر تاج اور پر جوش مبلغ خاندان کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے علم دین جیسی لازوال نعمت سے مستفید ہوئے۔آپ نے عظیم المرتبت صحابہ کرام اور گرامی قدر تابعین عظام سے علم حاصل کیا اور علم و فضل میں ایسا مقام حاصل کیا کہ آپ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہونے لگے۔

آپ کے عظیم المرتبت اساتذہ کرام ہیں جن سے کسب فیض حاصل کیا ہے۔

اپنے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو رافع، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابولبابہ، حضرت رافع بن خدیج اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بے شمار تابعین کرام سے بھی استفادہ کیا۔علم و فضل کی دلیل ہے کہ آپ بھی

مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں شمار کئے جانے لگے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

«أَجْمَعُوا عَلٰى إِمَامَتِهِ وَ جَلَالَتِهِ وَزُهَادَتِهِ وَ عُلُوِّ مَرْتَبَتِهِ».

'' آپ کی امامت، جلالت، قدر، زہد فی الدنیا اور علو مرتبت پر جملہ علماء کا اتفاق ہے۔''

اور ابن سعدؒ لکھتے ہیں:

«وَكَانَ ثِقَةً كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ عَالِيًا مِنَ الرِّجَالِ وَرِعًا».

'' آپ ثقہ، کثیر الحدیث، بلند پایہ اور بلند قدر پرہیز گار آدمی تھے۔''

امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے:

''حضرت سالم مدینہ منورہ کے لائق اعتماد تابعی ہیں۔''

امام عبد اللہ بن مبارکؒ نے فقہاء سبعہ کا ذکر کیا اور فرمایا: ان میں سے ایک سالم ہیں۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: سالم بن عبد اللہ مدینہ کے رہنے والے فقیہ اور حجت ہیں اور ان علماء کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے جو علم، عمل، زہد اور شرافت سے موصوف ہیں۔

اور ابو الزنادؒ فرماتے ہیں:

«كَانَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَكْرَهُوْنَ اتِّخَاذَ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ حَتّٰى نَشَأَ فِيْهِمُ الْغُرُّ السَّادَةِ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَ سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فُقَهَاءَ، فَفَاقُوْا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ عِلْمًا وَ تُقًى وَ عِبَادَةً وَ وَرَعًا فَرَغِبَ النَّاسُ حِيْنَئِذٍ فِي السَّرَارِيْ». ①

''شروع میں اہل مدینہ لونڈیاں رکھتے اور ان سے اولاد حاصل کرنے کو

① [تهذيب تاريخ ابن عساكر]

ناپسند کرتے تھے۔ جب ان میں حضرت زین العابدین، قاسم بن محمد اور سالم بن عبد اللہ جیسے عالی مرتبہ فقیہ اور سردار پیدا ہوئے اور علم و فضل، تقویٰ، عبادت اور پرہیزگاری میں تمام اہل مدینہ پر فوقیت لے گئے تو انہیں دیکھ کر لوگ لونڈیوں میں رغبت کرنے لگے۔''

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ: سالم بن عبد اللہ اپنے زمانہ کے افضل ترین انسان تھے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت عبدا للہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سالم زیادہ جانتے تھے یا نافع مولیٰ ابن عمر؟ فرمانے لگے: علماء کرام فرماتے ہیں کہ جب تک سالم زندہ رہے تو نافع نے حدیث بیان کرنے کی ہمت نہیں کی۔ چنانچہ آپ کے علم و فضل کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ملاقات پر بوسہ دیتے اور فرماتے:

«أَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ شَيْخٍ يُقَبِّلُ شَيْخًا ؟».

''کیا تم لوگ تعجب نہیں کرتے کہ ایک شیخ دوسرے شیخ کو بوسہ دے رہا ہے؟''

نیز فرماتے: اے سالم بیٹے مجھے تجھ سے دوگنا محبت ہے۔ ایک اسلام میں کمال کی وجہ سے دوسری قرابت اور رشتہ داری کی بناء پر۔

علم وفضل میں آپ کی ثقاہت، عدالت اور کمال کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہ فرمایا کرتے تھے:

«أَصَحُّ الْأَسَانِيْدِ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ».

''یعنی علی الاطلاق تمام سندوں میں سب سے زیادہ صحیح سند زھری عن سالم عن ابیہ ہے۔''

کتاب وسنت اور ان سے مستنبط شدہ فقہ میں کمال حاصل کرنے کے بعد تعلیم و

تدریس کی طرف متوجہ ہوئے۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں درس دینا شروع کیا۔ اور پھر عمر بھر اسی مشغلہ میں مصروف رہے۔ اسی طرح آپ نے ہزاروں انسانوں کو علم سے فیض یاب کیا۔

محمد بن عمر کا بیان ہے کہ: حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت قاسم بن محمد مسجد نبوی میں ایک ہی حلقہ درس میں بیٹھ کر تعلیم دیتے تھے۔ پھر ان دونوں کے بعد عبید اللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن قاسم نے اس کو زینت بخشی۔ پھر اسی جگہ امام مالکؒ نے عمر بھر درس حدیث دیا، یہ جگہ منبر اور روضۃ الرسول ﷺ کے درمیان جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ کے پاس تھی۔

اتباع سنت میں اپنے والد حضرت عبداللہ کی طرح سنت کے بڑے پابند تھے۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر حکمران کو بڑی جرأت اور بے باکی سے اتباع سنت کی دعوت دیتے تھے۔

ایک دفعہ خلیفہ عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ وہ اقوال حج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرے۔ اپنی مرضی اور خواہش سے کام نہ لے۔ ایک بار حضرت سالمؒ نے فرمایا اگر سنت پر عمل کرنا ہے تو خطبہ میں اختصار اور وقوف عرفہ میں تعجیل سے کام لیں۔ تو حجاج نے حضرت عبداللہ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا سالم ٹھیک کہتے ہیں۔

اتباع سنت کا معیار یہ تھا کہ ایک بار آپ کے پاس پینے کا پانی لایا گیا تو پیالے میں چاندی کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے ان پر نظر پڑی تو فوراً ہاتھ روک لیا۔ حضرت نافع سے سوال کیا گیا، پانی کیوں نہیں پیا؟ تو فرمایا: سالم نے اس لئے پانی نہیں پیا چونکہ حدیث میں بیان ہے چاندی کے برتن میں کھانا پینا ممنوع ہے۔

تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ ذکر و فکر، دعاء و مناجات، نماز و عبادات

میں دلچسپی کے ساتھ رغبت رکھتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں اپنے والد محترم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر گامزن تھے۔

اس لئے آپ اپنے ہم عصروں سے بہت آگے نکل گئے یہی آپ کا طرز عمل آنے والی نسلوں کیلئے نمونہ اور واجب الاتباع عمل تھا۔

ابن العماد الحنبلی لکھتے ہیں:

«سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْمَدَنِيُّ الْفَقِيْهُ الْعَابِدُ الزَّاهِدُ الْقُدْوَةُ» .

"سالم بن عبد اللہ مدینہ کے رہنے والے فقیہ ہیں اور زہد و عبادت میں لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔"

امام ابوالزناد، زین العابدین، قاسم بن محمد آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

« فَاقُوْا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ عِلْمًا وَ تُقًى وَعِبَادَةً وَ وَرْعًا» .

"یہ تینوں بزرگ علم و فضل، تقویٰ پرہیزگاری اور عبادت علم و فضل میں سب اہل المدینہ پر سبقت لے گئے ہیں۔"

محمد بن ابی سارہ کا بیان ہے:

"سالم بن عبد اللہ کو دیکھا حج سے فارغ ہوئے مکہ مکرمہ میں عشاء کی نماز کے بعد باب بنی سہم کے قریب نماز کیلئے کھڑے ہوئے ساری رات عبادت و قیام اور طلوع فجر کے بعد ذکر فکر میں مشغول ہو گئے۔"

ہر سال سفر حج کیلئے عمدہ اونٹنی خریدتے اور راستے میں ہر منزل پر ایک بکری خریدتے اور اپنے ہم رکابوں کو کھلاتے اور حج سے واپس آکر اپنی اونٹنی ذبح کر دیتے اور اس کا گوشت مسجد نبوی میں علم حاصل کرنے والے طلباء میں تقسیم فرما دیتے۔ اگر آپ کا عطیہ ضروریات سے بچ رہتا تو اس پر یہ الفاظ لکھ دیتے کہ یہ مال ان شاء اللہ حج یا عمرہ کیلئے ہے۔ زہد و قناعت کے میدان میں بھی آپ کی ذات گرامی نمایاں

حیثیت رکھتی ہے۔

حافظ ابو نعیم نے مختصر الفاظ میں آپ کی زندگی کا نقشہ پیش کیا ہے:

«وَ مِنْهُمُ الْفَقِيْهُ الْمُتَخَشِّعُ الرَّهَّابُ أَبُوْ عُمَرَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ كَانَ لِلّٰهِ خَاشِعًا».

''اولیاء اللہ میں سے ایک بہت بڑے عالم خشوع وخضوع کے عادی اور اپنے رب سے بے حد ڈرنے والے سالم بن عبداللہ آپ اللہ رب العالمین کے مطیع ومنقاد، طبیعت کے متواضع اور منکسر المزاج زندگی گزارنے والے انسان تھے۔''

وقت کے خلفاء کی پیش کش کے باوجود ہمیشہ ان سے بے نیاز رہے۔ ہشام بن عبدالملک خلیفہ کو جواب دیا تھا۔ آپ سے دنیا کی حاجت طلب کروں یا آخرت کی۔ چونکہ خلیفہ صاحب کی خواہش تھی کہ سالم بن عبداللہ کی خدمت کی جائے۔ تو جواب میں بولے دنیا کی، حضرت سالم بن عبداللہ نے جواب دیا: واللہ میں نے دنیا تو اس سے بھی نہیں مانگی جو دنیا کا مالک ہے۔ تو اس سے کیا طلب کروں جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا تھا: سالم کے علاوہ زمانہ میں زہد، میانہ روی، اور بے تکلف باعزت زندگی بسر کرنے میں ان سے زیادہ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے والا کوئی نہیں تھا۔ آپ جود وسخا میں بھی نمایاں تھے ہمیشہ ان کے دستر خوان پر کوئی مسکین ضرور رہوتا۔ بلکہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک یہ ماحول نہ ملتا۔ اتفاقاً ایک دن کوئی مسکین میسر نہیں ہوا تو خادم کو بھیجا گیا وہ ایک اندھی اور کبڑی بڑھیا لے آیا۔ تو آپ نے اس دن اسی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

آپ کا ذریعہ معاش تجارت اور کھیتی باڑی تھا اور معقول آمدنی تحائف اور

نذرانوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ گھر کا کام کاج کرنے اور اونٹوں کے زخم دھو کر مرہم پٹی کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔

مصر سے کچھ لوگ ایک بار مدینہ منورہ آئے تو دینی مسائل کے حل کیلئے آپ کے دروازے پر حاضر ہوئے تو اندر سے اونٹ کے بلبلانے کی آواز آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ رنگ قوی ہیکل آدمی باہر آیا جس نے سینہ تک اونی چادر باندھی ہوئی تھی۔ اب مصریوں نے اسے غلام سمجھا اور سوال کیا تمہارے آقا اندر ہیں؟ تو جواب میں فرمایا تو میں ہی ہوں اور اسی طرح اونٹ کے خون سے آلودہ ہاتھ سمیت بیٹھ گئے اور ان کے سوالات کا جواب دینے لگے۔

ایک دفعہ ایک خلیفہ سلیمان بن عبد الملک سے ملنے گئے۔ تو اس نے آپ کی توانائی اور صحت مندی کے بارہ میں سوال کیا تو فرمایا میں روٹی اور زیتون کا تیل کھاتا ہوں اور کبھی گوشت مل جائے تو وہ بھی کھا لیتا ہوں۔ خلیفہ نے پوچھا حضرت آپ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کیسے کھا لیتے ہیں؟ تو جواب دیا میں اس روٹی کو پڑی رہنے دیتا ہوں اور جب خوب بھوک لگتی ہے اور طبیعت کھانے پر آمادہ ہوتی ہے تو پھر کھا لیتا ہوں۔

ملوک وسلاطین کے ہاں بھی آپ کی قدر و منزلت تھی اور جب کبھی خلفاء کے دربار میں جانے کا موقع ملا اپنی شان کو قائم رکھا۔ اور عرف عام میں کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کی جو عزت نفس خودداری اور آپ کے علمی مرتبہ و مقام کے خلاف ہو۔ اور آپ نے بے تکلفی کو شاہی درباروں میں ترک نہیں کیا۔ عبد اللہ بن عبد الملک، سلیمان، ہشام ابنائے عبد الملک اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے درباروں میں ہمیشہ آپ کی عزت اور پذیرائی ہوئی۔

ایک دفعہ آپ حسب عادت کھدر موٹے اور بوسیدہ کپڑے پہن کر سلیمان بن

عبد الملک کے دربار میں تشریف لے گئے۔ دیکھتے ہی خلیفہ نے مرحبا مرحبا خوش آمدید کہا اور انتہائی ادب و احترام سے اپنے تخت پر بٹھایا۔ اور عمر بن عبد العزیز بھی وہاں موجود تھے پچھلی صفوں سے ایک قیمتی لباس پہنے ہوئے شخص نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے ماموں کو اس سے اچھا لباس دستیاب نہیں ہو سکا۔ جسے پہن کر امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہوتے؟ حضرت عمر بن عبد العزیز نے بے ساختہ جواب دیا: میں دیکھ رہا ہوں کہ بوسیدہ کپڑوں نے انہیں تمہارے مقام سے پیچھے نہیں رکھا۔ اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے زرق برق اور قیمتی لباس نے تمہیں ان کے مرتبہ تک نہیں پہنچایا۔

اہل علم نے خوب کہا ہے تبصرہ کرتے ہوئے کہ: حضرت عمر بن عبد العزیز نے بہت اچھا جواب دیا ہے اور اپنے ماموں کی طرف سے خوب مدافعت کی ہے۔

آپ صاحب اولاد تھے آپ کے ہاں مختلف بیویوں سے عمر، ابو بکر، عبد اللہ، عاصم، جعفر، عبد العزیز، اور عبدہ سات لڑکے پیدا ہوئے۔ حفصہ اور فاطمہ دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے ابو بکر آپ کے شاگرد ہیں، آپ سے بے شمار لوگوں نے علم حاصل کیا اور دنیائے عالم میں پہنچ کر کتاب و سنت کی روشنی پھیلانے کا سبب بنے۔

ان میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کا بیٹا ابو بکر، امام ابن شہاب زہری، ابو بکر بن محمد بن حزم، صالح بن کیسان، حنظلہ بن ابی سفیان، عاصم بن عبد اللہ، عمر بن واسع اس کے علاوہ تابعین اور تبع تابعین نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ سفر حج کے دوران مکہ معظمہ سے عرفہ کے دن مقامات عرفات میں بیمار اور بیماری کی حالت میں ہی مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور چند روز کے بعد ۱۰۶ھ میں ہشام بن عبد الملک اموی کے عہد حکومت میں وفات پائی۔

آپ کی نماز جنازہ ہشام بن عبد الملک نے پڑھائی۔ جنازہ میں اتنے لوگ

شریک ہوئے کہ کثرت تعداد سے عام لوگ اور خلیفہ وقت حیران رہ گئے۔ اور حاکم شہر کو حکم دیا کہ جنگ کیلئے چار ہزار جوان بھرتی کئے جائیں۔ اسی لئے تاریخ میں یہ سال سَنَةُ أَرْبَعَةِ آلافٍ کے نام سے مشہور ہوا۔[واللہ اعلم بالصواب]
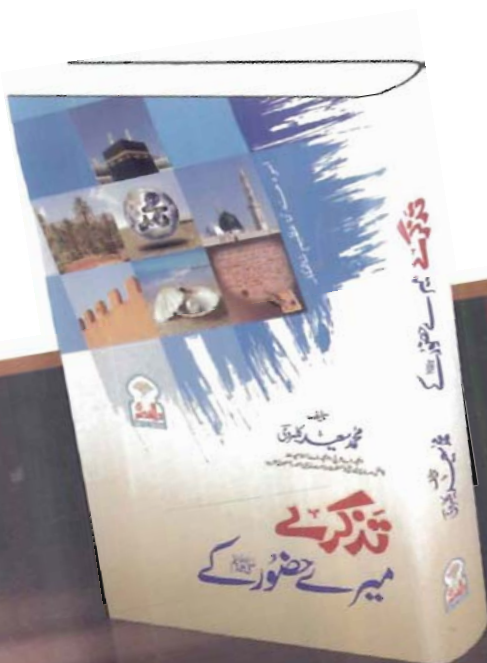
تذکرے
میرے حضور ﷺ کے
محمد سعید کلیروی
دارُالقدس
ڈسٹری بیوٹرز اینڈ پبلیشرز
اردو بازار لاہور
042-7221565